مولفہ:

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

شائع کردہ:

مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ

mobile (0044) 7459131157

نام کتاب : یادِ وطن

مصنف : حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی

ناشر : مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ

کمپوزنگ وسیٹنگ : محمد جہانگیر (دلائٹ کمپیوٹر سینٹر دیوبند) **7017483817**

باہتمام : ......

سن اشاعت : ۲۰۲۰ء مطابق ۱۴۴۱ھ

قیمت : ......

مؤلف کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi

70 Stamford Street , Old trafford

Manchester,England -M16 9LL

E samiruddinqasmi@gmail.com

M (00 44) 07459131157

website samiruddinbooks.co.uk

ملنے کے پتے:

فہرست مضامین

حضرات علماء کرام کی تاریخ

۱۳۔مفکرقوم جناب مولوی حبیب عالم صاحب دگھی

۱۴۔مجاہدملت حضرت مولانا امید علیؒ صاحب نیموں

۱۵۔رہبرملت حضرت مولانا انورعلی صاحب نیموںؒ

۱۶۔خطیب عصرحضرت مولانا اختر حسینؒ صاحب شری چک

۱۷۔مفکرملت حضرت مولانا یار محمدؒ صاحب مرغیا چک

۱۸۔استاذ محترم ولی کامل حضرت مولانا سہراب صاحب، بھوراخاب

۱۹۔استاذ محترم حضرت قاضی مولانا سعید احمد صاحبؒ کرہریا

۲۰۔مفکرقوم حضرت مولانا نثار احمد کیفیؒ صاحب گورگاواں

۲۱۔مفکرملت حضرت مولانا علاؤالدین صاحبؒ دگھی

۲۲۔میرے چھوٹے ابا حضرت مولانا اشفاق صاحبؒ گورگاواں

۲۳۔شاعر اسلام حضرت مولانا عبدالحمید صاحب بربلپوری

۲۴۔پاسبان قوم حضرت مہتمم مولانا ادریس صاحب کیواں

۲۵۔استاذ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا منیرالدین صاحب ساموقطعہ

۲۶۔استاذ ندوۃ العلماء حضرت مولانا قرآن احمد صاحب کیتھیا

۲۷۔شیخ الحدیث حضرت مولانا شوکت علی صاحب بکھڈا

۲۸۔استاذ حدیث حضرت مولانا مبارک صاحب، نیمواں مدظلہ العالی

انگریزی تعلیم یافتہ اہل کمال

۲۹۔خادم ملت جناب ماسٹر انور علی صاحب کھورؒ

۳۰۔جناب ماسٹر بیچو صاحب بسوارہ، رحمتہ اللہ علیہ

۳۱۔جناب مکھیا عبدالکریم صاحب راہا، رحمتہ اللہ علیہ

۳۲۔رہبر ملت حضرت ماسٹر مجیب الحق صاحب سیوائیؒ

۳۳۔ولی کامل انجینئر محمد عرفان غنی صاحب ڈیوکنڈاؒ

۳۴۔شہباز علاقہ جناب پروفیسر عبدالحفیظؒ صاحب بیلڈھیا

۳۵۔جناب وزیر سعید صاحب لوچنیؒ

۳۶۔شاہین علاقہ پروفیسر اختر حسین صاحب چیلہا مدظلہ العالی

۳۷۔جناب پرنسپل عرفان صاحب **چکنتھوؒ**

۳۸۔فخر ملت جناب ماسٹر محمد سلیمان صاحب رینگاؤں

۳۹۔میرے کرم فرما جناب ماسٹر تمیز الدینؒ صاحب انجناؒ

۴۰۔علاقے میں جانبازوں کی جماعت

مصنف حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب
تاریخ کے آئینے میں

ازساجد غفرلہ

زبان پہ بارخدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لئے

جب کبھی حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب کا اسم گرامی زبان پر آتا ہے تو واقعی ایک قسم کی لذت وحلاوت محسوس کرتا ہوں، وہ میرے استاذ بھی ہیں اور مربی بھی، کرم فرما بھی ہیں اور محسن بھی جب سے میں ہوش سنبھالا تو حضرت مولانا کو اپنے پاس آتے جاتے دیکھا، وہ میرے پدر بزرگوار کے قریبی آدمی تھے، دونوں میں بڑی یگانگت اور شفقت ومحبت بھی تھی اس لئے راقم السطور کو بھی حضرت مولانا کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

حضرت کی پیدائش

حضرت مولانا نے جناب جمال الدین صاحب پسر لدنی مقام کھٹی ضلع گڈا، بہار کے گھر میں ۲۶ر محرم ۱۳۷۰ھ مطابق ۶ر نومبر ۱۹۵۰ء میں آنکھیں کھولی اور گیارہ سال کی عمر تک وہیں پلے بڑھے۔

تعلیم وتربیت

موصوف شروع ہی سے بلا کے ذہین تھے اور پڑھنے لکھنے میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے اس لئے وہ اکثر اسباق میں نمایاں نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے اوراساتذہ کی نظروں میں محبوب رہتے ابتدائی تعلیم گھٹی گاؤں کے مکتب میں جناب مولوی عبدالرؤف صاحب (عرف گونی) مرغیا چک، سنہولہ کے پاس حاصل کی اپریل ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا سعید احمد کربریا کے ساتھ مدرسہ امدادالعلوم اٹکی ضلع رانچی تشریف لے گئے مارچ ۱۹۶۴ء میں حضرت مدرسہ اعزازیہ پتھنہ ضلع بھاگلپور میں زیر درس رہے، فروری ۱۹۶۶ء میں حضرت کوحضرت مولانا ابوالحسن صاحب سرمت پوری مقیم حال شہر بھاگلپور اپنی معیت میں دارالعلوم چھاپی گجرات لے گئے اور وہیں سے حضرت مولانا جنوری ۱۹۶۸ء میں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے حضرت نے وہاں حضرت مولانا فخرالدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے بخاری شریف پڑھی اور دیگراساتذہ حدیث سے شعبان ۱۳۹۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کی حضرت مولانا کوعربی ادب سے بہت لگاؤ تھااس لئے بعد میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند ہی سے تکمیل ادب عربی بھی حاصل کی اور وہیں رہ کرعلوم فلکیات میں مہارت پیدا کی اورعلوم عصریہ سائنس وغیرہ میں سدھ بدھ حاصل کی۔

تدریس

حضرت مولانا انتہائی محنتی اوران کی زبان میں سلاست تھی اس لئے فارغ ہوتے ہی ان کوعربی چہارم کی کتاب قطبی، شرح جامی اورنورالانوار جیسی اہم کتابیں پڑھانے کے لئے مل گئیں حضرت مولانا ہدای اولیں کے علاوہ زمانے تک ابوداؤدشریف اورطحاوی شریف کا درس جامعہ تعلیم الاسلام آنند گجرات میں دیتے رہےاورآج بھی الجامعة الاسلامیه فلنتهم ''برطانیہ'' میں یہی کتابیں زیردرس ہیں۔

مولانا کا انداز درس انتہائی نرالااوردلنشیں ہے، وہ فقہ، اصول فقہ، نحو، صرف، بلاغت وغیرہ کے پورے

پورے باب کو پہلے زبانی سمجھاتے ہیں اور طلباء کو ذہن نشیں کراتے ہیں، بعد میں عبارت کا ترجمہ کراتے ہیں، تفہیم کا طریقہ اتنا مرتب ہوتا ہے کہ سبق کو ایک مرتبہ ذہن نشیں کر لینے کے بعد زمانے تک وہ سبق یاد رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ مولانا کے پاق بڑے ذوق وشوق سے پڑھنا چاہتے ہیں مولانا کی تدریس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ درسیاتی اکثر کتب کا خلاصہ ان کو زبانی یاد ہے، وہ بڑی روانی کے ساتھ بولتے چلے جاتے ہیں، مولانا ایک کامیاب مدرس اور قابل استاذ ہیں اسی لئے حضرت کو مرکز تبلیغ مدرسہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری انگلینڈ والوں نے استاذ حدیث بننے کی درخواست کی اور وہ ۲۴ رجون ۱۹۸۷ء مطابق ۲۷ رشوال ۱۴۰۷ھ کو ہندوستان سے انگلینڈ تشریف لے گئے۔

تصانیف

تدریس کی طرح حضرت کو تصنیف و مضمون نگاری کا بھی اچھا ذوق ہے، ان کے نوک قلم سے اب تک ۱۷ سترہ اہم کتابیں نکل کر شائع ہو چکی ہیں، ناچیز کا ناقص خیال یہ کہ چلا قائی علماء میں سب سے زیادہ تصنیفات حضرت ہی کی ہیں، تصنیفات کی فہرست یہ ہے۔

(۱) انوار فارسی (۲) خلاصہ التعلیل (۳) صدائے دردمند (۴) علاقے میں کمیٹی کی ضرورت (۵) تفریق وطلاق (۶) طلاق مغلظہ آٹھویں مرحلے پر (انگریزی) (۷) عیسائیت کیا ہے (۸) لائف آف عیسیٰ علیہ السلام (انگریزی) (۹) سوانح حضرت عیسیٰ علیہ السلام (گجراتی) (۱۰) رؤیت ہلال علم فلکیات کی روشنی میں (۱۱) اصلاح معاشرہ (۱۲) حاشیہ سفینۃ البلغاء (عربی) (۱۳) تحفۃ الطلبا والعلما (۱۴) ثمرۃ الفلکیات (۱۵) سائنس اور قرآن (۱۶) تاریخ علاقہ گڈا و بھاگلپور (۱۷) یاد وطن جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اور ابھی جو کتابیں لکھیں وہ یہ ہیں

اثمار الھدایہ علی الھدایہ ۱۳ جلدوں میں

الشرح الثمیری علی القدوری ۴ جلدوں میں

ثمرۃ النجاح علی نور الایضاح ۲ جلدوں میں

ثمرۃ العقائد

ثمرۃ الفلکیات

ثمرۃ الفقہ دو جلدوں میں

اثمار الھدایہ،، میں حضرت نے کمال کر دیا ہے، ہر ہر مسئلے کے تین تین حدیث لائے ہیں، یہ کام اب تک نہیں ہوا تھا، لیکن حضرت نے پوری عرق ریزی کر کے اس کتاب کو لکھا ہے، اور اتنا آسان لکھا ہے کہ ہر طالب علم اس کو پڑھ سکتا ہے، اور سمجھ سکتا ہے، مسلک حنفیت کو ثابت کرنے کے لئے یہ لازوال کتاب ہے

اسی طرح ،ثمرۃ العقائد،، میں بھی خوب جولانی دیکھائی ہے، اس میں ۳۵۰ عقیدے ہیں، اور ہر ہر عقیدے کے لئے دس دس آیتیں، اور دس دس حدیثیں ہیں، اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ اس پر تمام مسلک کے لوگ جمع ہو جائیں ۔حضرت مولانا اس کتاب میں اتنی آیتیں اور اتنی احادیث جمع کر دی ہیں، کہ اس سے زیادہ پر مغز کتاب میری نظر سے اب تک نہیں گزری ہے

’’رؤیت ہلال علم فلکیات کی روشنی میں‘‘ میں حضرت نے خوب کام کیا ہے، اس کتاب میں پوری دنیا کے فارمولے کی تحقیق کی ہے، اور یہ بھی بتایا ہے کہ کون سا فارمولہ صحیح ہے، اور کون سا غلط ہے، اور کیوں ہے

ثمری کیلنڈر بھی حضرت چھاپتے ہیں، اور پہلے حتمی طور پر بتاتے ہیں کہ کس دن عید ہوگی، اور کس دن

بقرعید ہوگی ،اس فن میں اتنی مہارت ہے کہ اس وقت کئی ملکوں کی حضرت رہنمائی کرتے ہیں

یادوطن کی خصوصیات

یادوطن آپ کی مضمون نگاری کا اعلی شاہکار ہے،اس میں کلام کی رعنائی اور قلم کی روانی دونوں اپنی جوانی پر ہیں، ایسامحسوس ہوتا ہے کہ فصاحت وبلاغت کی موجیں ٹھاٹھیں مارتی چلی جارہی ہیں، حضرت نے اس کتاب احباب وطن کی تاریخ کا نچوڑ پیش کر دیا ہے اتنی مختصرسی کتاب میں ۴۰ رچالیس حضرات کی زندگی پر اتنا جامع نوٹ پیش کرنا ہم جیسے بے مایہ کے لئے قابل رشک ہے، اہل علاقہ کی جانب سے میں استاذ محترم کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بزرگ ہستیوں کو گویا کہ زندہ اور تابندہ بنادیا، اللہ تعالی ان جزائے خیر سے نوازے۔آمین یارب العالمین

خلوص ووفا

ان ساری صلاحیتوں کے باوجود انتہائی ملنسار اور خوش اخلاق عالم ہیں ظاہری وضع قطع اتنا سادہ ہے کہ کوئی اجنبی آدمی محسوس نہیں کرسکتا کہ یہ اتنے بڑے عالم اور اتنے اہم مصنف ہیں، ان کی خلوصیت کا عالم یہ ہے کہ جب تک گجرات میں استاذ حدیث رہے اس وقت درجنوں علاقائی طلبہ کو اپنے ساتھ گجرات لے گئے اور ان کو علوم دینیہ سے آراستہ کیا طلبا کے روپئے بچانے کے لئے حضرت کبھی قلی نہیں کرتے بلکہ اپنے کندھے پر ان کے سامان اور بستروں کو اٹھا اٹھا کر ریل گاڑی میں رکھتے تھے استاذ حدیث ہونے کے باوجود بھی وہ ہمیشہ خود ہی قلی کا کام کرتے تھے ہم حضرت کی اس کسر نفسی کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔

حضرت ۱۹۸۷ء میں انگلینڈ جیسی باغ و بہار میں پہنچے تو وہاں بھی انہوں نے علاقے کو نہیں بھلایا بلکہ وہاں کے عوام سے پونڈ پونڈ چندہ کر کے غریب علاقے کو امداد دینا شروع کیا آج حضرت کی ہمت سے علاقے میں تین اہم ادارے چل رہے ہیں اور ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں قربانی پروجیکٹ کے ذریعہ اہل انگلینڈ کی جانب سے ساٹھ ستر بڑے جانوروں کی قربانی علاقے میں ہوتی ہے اور کئی اہم رفاہی کام حضرت کی سرپرستی میں ہو رہے ہیں عام طور پر لوگ انگلینڈ کی فضاؤں میں جا کر کھو جاتے ہیں لیکن حضرت آج بھی وطن اور اہل وطن کی خدمت کے لئے بے تاب رہتے ہیں، فجزہ اللہ احسن الجزاء۔

حضرت واقعی اس شعر کی زندہ تعبیر ہیں۔

ایک جہد مسلسل ہے کارگاہ دنیا
وہ پھول کے بستر پر آرام نہیں کرتے

حضرت کے کفش بردار (مولانا) ساجد غفرلہ

یادوطن کا داعیہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

انسانی فطرت کے ساتھ یادوطن کا رشتہ کچھ اس طرح لازم وملزوم ہے کہ چنگ ورباب رزم وبزم میں بھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی ، وہ لمحہ بہ لمحہ تصورات کے پردے پر اٹکھیلیاں کرتی ہے اور مسرت وغم اور جذب وشوق سے بہرہ ورکرتی رہتی ہے، بعض مرتبہ اس کی آمد اتنی طویل ہوتی ہے کہ ساعتوں نہیں راتوں کی تنہائی بھی لمحہ حقیر محسوس ہونے لگتی ہے راقم السطور بھی وطن سے سات سمندر پار برطانیہ میں مقیم اسی شمشیر کا بسم لا وراسی کارواں کا بچھڑا مسافر ہے۔

وطن کے دوست واحباب علما ومشائخ دانشور اور مخلص خادموں کے فضل وکمال اور کارنامے وخدمتیں ایک ایک کرکے یاد آتی ہیں اور دل زیارت وملاقات سے فیضیاب ہونا آسان نہیں اس لئے خیال ہوا کہ ذہن کے کچھ خاکے حوالہ قرطاس کرئے جائیں تاکہ یہ امانتیں تاریخ کے خزانے میں محفوظ ہوجائیں اور ان بزرگوں کا تھوڑا ساحق ذرہ نوازی بھی ادا ہوجائے۔

ان حضرات کی حالات زندگی پر تحقیق طلب اور مفصل مضامین لکھنے کی ضرورت ےلیکن میری کم مائیگی کم علمی اور وطن سے مسلسل غیر حاضری کی وجہ سے بہت مختصر نوٹ لکھ سکا ہوں اور صرف بڑے بڑے کارناموں ہی کو منصہ ٔشہور پر لارہا ہوں، کسی بزرک کی زندگی پر لکھنے مسلسل ملاقات اور طویل تجربات کی ضرورت پڑتی ہے تب ہی کسی گہرے حقائق تک پہنچنا ممکن ہوتا ہے لیکن میری حالت یہ ہے کہ اکثروں سے ایک دو ملاقات سے زیادہ نہ ہوسکی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان واقعات میں حقائق سے زیادہ میرے جذبات اور حسن ظن کو دخل ہے اس لئے میری تحریر کسی کے باسے میں آخر نہیں ہے یہ صرف میری یادوں اور جذبات کی کچھ عکاسیاں ہیں۔

حالات زندگی کے بیان میں صرف خوبیوں کو ہی زیر تحریر لایا ہے ان کی کمی کوتاہیوں سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ اس جھمیلے میں پڑنے سے محل نزاع نہ ہو۔

میری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ کو

پرانے بزرگوں میں سے اکثر حضرات کا میدان عمل صرف علاقہ رہا ہے اور اسی کے حدود اربعہ میں انہوں نے شہرت و بلندی حاصل کی ہے جب کہ نئی نسل او بر جوان اہل کمال میں ایس ہمہ گیر شخصیتیں بھی ہیں جنہوں نے اتر پردیش حیدر آباد اور گجرات میں اپنی برتری منوائی ہیں اور شیخ الحدیث، مصنف، انجینئر، پروفیسر اور عظیم ڈاکٹر کے نام سے مشہور ہوئے ہیں ان کی فہرست اتنی لمبی ہے کہ مجھ غریب الوطن کے بساطِ قلم سے باہر ہے اس لئے ان کی حالات زندگی پر لکھنے سے معذرت خواہ ہوں اور اس کو ترک کرنے پر عفوو کرم کا طلبگار بھی۔

جن حضرات کی تاریخ پیدائش تاریخ وفات اور سنہ فراغت صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکی اس پر اندازے سے تاریخ ڈال دی ہے اور تقریباً کے الفاظ سے لاعلمی کا اظہار کر دیا گیا ہے ایسے حضرات مجھے معاف فرمائیں جن کی تاریخ لکھنے غلطی ہوئی ہے۔

بہت معذرت کے ساتھ معافی مانگتا ہوں

میں اس وقت برطانیہ میں مقیم ہوں، اور وہیں رہ کر یہ کتاب لکھ رہا ہوں، ملک کی دوری کی وجہ سے کسی سے رہنمائی لینا بھی مشکل ہے، اس لئے مجھے اندازہ ہے کہ بہت سی باتیں ایسی آچکی ہے جو واقعہ کے مطابق نہیں ہیں، اس لئے کسی کی دل خراشی بھی ہوسکتی ہے، اس لئے ان حضرات سے دل سی معافی مانگتا ہوں، آپ مجھے معاف کردیں ا

تقریباً دس سال سے اس کتاب کو مکمل کرنے کا ارادہ تھا لیکن تاخیر ہوتے ہوتے معاملہ یہاں تک پہنچ گیا

ہے اب اگر صحیح معلوم کرنے میں مزید وقت صرف کیا گیا تو ممکن ہے کہ ایک دو سال مزید نکل جائیں اور بہت سے مہربان دنیا سے اٹھ جائیں اور میرے اس تحفہ سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو سکیں اس لئے اب کوشش یہ ہے کہ جو کچھ ماحضر تیار ہو گیا ہے اسی کو اہل وطن کی خدمت میں معذرت کے ساتھ پیش کر دیا جائے۔

خداوند قدوس اس رسالے کو قبولیت کا ذریعہ بنائے اور اس رشتۂ خیال کو تاحیات برقرار رکھے۔آمین۔

وطن کے بارے میں میرا حال یہ ہے

دامن تمہارا ہاتھ سے جاتا رہا مگر

اک رشتۂ خیال ہے جو ٹوٹتا نہیں

احقر ثمیر الدین قاسمی گڈھی برنلے انگلینڈ

۱۷/نومبر ۱۹۹۳ء

(نوٹ) حضرت مولانا یٰسین صاحب جہاز قطعہ دامت برکاتہم، صاحب جہازی میڈیا، کی تحریک پر دوبارہ کمپیوز کروا کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

اس کتاب کی تصحیح نہیں ہوئی ہے اس لئے اس میں کمپوزنگ کی غلطی باقی ہے، معذرت کے ساتھ عرض ہے

ثمیر الدین قاسمی، مانچسٹر، انگلینڈ

۴/ ۳/ ۲۰۲۰ء

یہ علاقہ کہاں واقع ہے جس کے بزرگوں کے یہ حالات ہیں

جن بزرگوں کی سرگزشت اس کتاب میں پیش کی جارہی ہے وہ ضلع گڈا اور ضلع بھاگلپور صوبہ بہار انڈیا میں واقع ہے وہ بھاگلپور شہر سے تقریباً ۳۰ رکیلومیٹر دور گوشۂ مشرق وجنوب۔اور گڈا شہر سے ۱۹ رکیلومیٹر دور شمال ومغرب کی جانب ۸۷ درجہ مشرقی طول البلد، اور ۲۵ درجہ شمال عرض البلد کے تماس پر واقع ہے یہ پورا علاقہ کوہ لال ماٹی کے دامن میں مغربی جانب دور تک پھیلا ہوا ہے اس پورے علاقہ میں اسی فیصد شیخ صدیقی خانوادہ کے مسلمان عرف ''منڈل برادری'' آباد ہے اور یہ تاریخ اسی برادری کے اہل علم کی ہے، کہ صرف پانچ حضرات دوسری برادری سے لئے گئے ہیں جن کا تعلق اس برادری سے مخلصانہ تھا اور ان لوگوں نے اس کی روشن خدمات انجام دی تھیں۔

منڈل برادری تقریباً ۲۱۲ گاؤں میں آباد ہے، اس علاقے کے مغرب میں موضع طاہر پور، مشرق میں ڈوئی شمال میں اڈنڈا اور جنوب میں آخری گاؤں پڑوا ہے یہ گاؤں دو ضلعوں بھاگلپور اور گڈا میں پڑتے ہیں ص یہ خطہ پانچ تپوں میں تقسیم تھا اب یہ آٹھ تھانوں میں منقسم ہے وہ آٹھ تھانے یہ ہیں۔تھانہ سنہولہ ہاٹ، تھانہ سنوکھر، تھانہ دھوریہ، تھانہ جگدیش پور، یہ ضلع بھاگلپور میں ہیں۔تھانہ مہگاواں، تھانہ بسنترائے، تھانہ پتھرگاواں، تھانہ مہرماں یہ ضلع گڈا میں ہیں۔

۱۔مرشد کامل حضرت مولانا سید شمس الدین صاحب لکھنویؒ

ولادت ۱۸۳۹ءتقریباً وفات ۱۸۹۷ء ۱۳۱۵ھ تقریباً

(نوٹ) حضرت مولانا سید شمس الدین کی سوانح ڈاکٹر نجم الدین صاحب گورگاواں مرحوم کا نوشہ نجمی مولانا یار محمد صاحب مرغیا چک کے ملفوظات سید حفیظ الدین صاحب لکھنوی پوتا مولانا شمس الدین کے ملفوظات اوران کے ذاتی شجرۂ نسب کی مدد سے قلمبند کی گئی ہے......مرتب۔

جہالت وناخواندگی،شرک وبدعت اور فسق وفجور کی شب دیجور میں سب سے پہلے اس علاقے میں علم وعمل، ایمان واحتساب، یقین واعتماد اور عفت وامانت کی قندیلیں سالک کامل حضرت مولانا شمس الدین صاحب لکھنویؒ نے روشن کی۔ان کا شجرہ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتاہےاورآپ نجیب الطرفین سید ہیں،آپ کے پدر بزرگوار حضرت مولانا عزیز اللہ صاحب پسر مولانا سید احسان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ صفت، فنافی اللہ اور مجاہد آدمی تھے اوراس وقت لکھنؤ شہر میں جو مسجد سعید اللہ کے نام سے مشہور ہے،اس کے قریب سکونت پذیر تھے مولانا عزیز اللہ صاحب سبزہ آغاز میں اس زمانے کے ہمائے علم وادب سید شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں علم حدیث حاصل کرنے دہلی تشریف لے گئے اور ظاہری وباطنی فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے،آپ کے والد محترم حضرت مولانا سید احسان اللہ صاحب خود عارف باللہ اور صاحب نسبت بزرگ تھے اس لئے مولانا کو اس نور سے منور ہونے اور چراغ سے چراغ جلانے کا زریں موقع ہاتھ آیا اور جن حالات وکیفیات تک لوگ برسوں میں پہنچ پاتے ہیں آپ نے مہینوں اور دنوں میں وہاں تک رسائی حاصل کی اوراپنے والد محترم کی جانشینی کو بآسانی سنبھال لیا۔آپ کی فطری طور پر مجاہدانہ وسپاہانہ ذوق کے حامل تھے،رات

میں تسبیح ومناجات اوردن میں گھوڑے کی پیٹھ پرتکبیر مسلسل کے قائل اوراسی کے علمبردار تھے۔

چنانچہ ۱۸۲۶ء میں سید احمد شہید بریلوی کا قافلہ سکھوں اور انگریزوں سے جہاد کے لئے بالاکوٹ کی طرف روانہ ہوا تو آپ بھی اس میں داد وشجاعت دینے کے لئے بہادری وجوانمردی کے ساتھ شریک ہوئے لیکن بالاکوٹ سے قبل ہی کسی معرکہ میں آپ کے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں، جس کی بناپر آپ تلوار اٹھانے کے قابل نہیں رہے، اس لئے امیر قافلہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے آپ کو بھاگلپور آنے کا مشورہ دیا تاکہ اس اطراف میں مقیم رہ کر مالی تعاون بھی کریں اور مجاہدین بھی تیار کرکے میدان جنگ کی طرف روانہ کرسکیں، موصوف جذبہ صادق کے ساتھ جہاد میں شریک تھے اس لئے بلا کسی چون وچرا کے وطن مالوف لکھنؤ کو خیرباد کہہ کر غربت ومسافرت کی زندگی گزارنے کے لئے کمربستہ ہوگئے اور مشائخ چک، بھاگلپور کی شاہی مسجد میں آکر قیام فرمایا، یہاں رہ کر مسلمانوں کو جہاد کی فضیلت سناتے جفاکشی مجاہدہ اور خودشکنی کی تعلیم دیتے اور ایمانی وروحانی تربیت دے کر ان کو میدان جہاد کے لئے تیار کرتے اور بڑی رازداری کے ساتھ حضرت سید احمد شہیدؒ کے پاس روانہ کرتے اور رسد جہاد بھی کرکے بھیجتے۔

حضرت سید شمس الدین صاحب کی علاقہ میں آمد

حضرت مولانا عزیزاللہ صاحب کی للّٰہیت وفنائیت، خلوص ووفا، دینی حمیت وشجاعت کا چرچہ بھاگلپور کے چہار جانب ہونے لگا، ہرطرف سے اللہ کے مخلص بندے حضرت کی خانقاہ واقع مشائخ چک میں آتے اوران کی ولولہ انگیز ورقت آمیز مواعظ سے اپنی حرارت ایمانی میں اضافہ کرتے، اسی اثنا میں غالبًا ۱۸۶۱ء میں بشنپور (نزد مہیلا ضلع بھاگلپور) میں دوشادیاں تھیں حاجی معین الدین صاحب مقام بنیاڈیہ

والے شادی کا سامان خریدنے بھاگلپور شہر چلے گئے، انہوں نے حضرت مولانا عزیز اللہ صاحب کی شہرت سنی تو ان سے ملاقات کرنے کے لئے مشائخ چک چلے گئے ان کی رقت آمیز وسحر طراز بیانات اوران کی پرہیزگاری وپارسائی سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کے گرویدہ ہوگئے اور شادی میں شرکت کی درخواست کی، انہوں نے فرمایا کہ دعوت قبول ہے لیکن ضعف ونا توانائی کی وجہ سے سفر کرنے سے معذور ہوں اس لئے آپ میرے لڑکے مولانا شمس الدین صاحب کو لے جائیں، چنانچہ مولانا شمس الدین صاحب اس کار خیر کے لئے آمادہ ہوگئے اور تاریخ معینہ پر نشپور تشریف لائے، یہ حضرت بھی والد محترم کی طرح سنت نبوی کے متبع اور اس کی اشاعت کے لئے متحمل داعی اور پرجوش مبلغ تھے، انہوں نے دیکھا کہ ہندوؤں کے ساتھ دیرینہ تعلقات اور شمع نبوی سے بعد ودوری کی بناء پر زندگی کہ ہر گوشے میں ہندوانہ رسم ورواج پیوست ہو چکا ہے، انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ کونسی ادا سنت نبوی کے ہم آہنگ ہے اور کونسی رسم شرک وبدعت کی حدود میں دھکیل دیتی ہے، اس زمانے میں مسلمان نوشہ کو ہندوؤں کی طرح لباس پہناتے، ہندوؤں کا خصوصی شعار ''مورچھل'' اڑھاتے چاندی کی ہنسلی مرد کے گلے میں ڈالتے جو مرد کے لئے حرام ہے، دُب گھاس اور دھان سے آرتی دیتے (چماتے) اور درجنوں ایسی حرکتیں کرتے تھے جو شرک خالص اور بدعت بد ہی تھیں مولانا کو اس بڑا دکھ ہوا انہوں نے مجمع کے سامنے درد وکرب میں ڈوبی ہوئی تقریر کی اور ان کو سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی، اس سوز وگداز کو دیکھ کر نوشہ اکبر منڈل بشنپور اور اس کے اہل خاندان بصد شوق اس کے لئے آمادہ ہوگئے، مولانا خود مجاہد تھے ان کی نگاہوں میں مجاہدانہ وسپاہانہ وضع قطع بہت بھاتی تھی اس لئے وہ ایک دولہا کو بھی کمر بستہ سپاہی ہیئت میں دیکھنا چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے اکبر منڈل کو مروجہ لباس دھوتی اور مخصوص قسم کی قمیض کے بجائے کرتا پائجامہ میں ملبوس کیا، سر پر عمامہ باندھا اور شانے میں کمر تک پٹکا لٹکایا، میان میں تلوار سجایا (جواب ایک چھری کی شکل میں موجود ہے) اور گھوڑے کی پیٹھ پر اس شان سے سوار کیا کہ یہ نوخیز سپہ سالار

پورے آب وتاب کے ساتھ میدان کارزار میں اترنے کے لئے بے تاب ہے اوراس کے پیچھے براتیوں کی فوج ہیچو اس کے اشارے پر میدان میں کود پڑنے کے لئے گوش بر آواز ہے،مولانا یارمحمد صاحب مرغیا چک نے فرمایا کہ اسی وقت نے نوشہ میاں کو سپاہانہ انداز میں سجانے کا رواج پڑا ہے۔

بشنپوری ہی میں ایک دوسرے لڑکے کی شادی جئے پور میں ہونے والی تھی، ان کے اقرباء نے حضرت مولانا کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مروجہ طور طریقے پر شادی رچائی۔حسن اتفاق سے ایک ہفتے کے اندر لڑکے کا انتقال ہوگیا، لوگ اس حادثے سے مبہوت سے ہوگئے اور پورے علاقے میں یہ تاثر پھیلا کہ حضرت مولانا ولی کالم اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں اس لئے ان کی نافرمانی کرنے سے ہاتھوں ہاتھ یہ مصیبت آپڑی،اس مصیبت آمیز خبر کے پھیلنے سے عوام مولانا کی ولایت کے قائل ہوگئے اوران کے دامن سے وابستہ ہوکر ہزاروں انسانوں نے شرک وبدعت اور رسم ورواج کی آلودگیوں سے توبہ کی اور داغ عصیاں کو اپنے دامن سے صاف کیا، ایمان وانسانیت کے یہ دلنواز جھونکے اتنے دلنشیں وروح پرور تھے کہ پورا علاقہ معطر ہوگیا اور ہر جگہ سے اس فرشتہ صفت بزرگ کے لئے خوش آمدید کی صدائیں آنے لگیں۔

جہانے راد گرگوں کرد یک مرد خودآ گاہے

اس کے بعد اشاعت دین اور مریدوں کی راہنمائی کے لئے ہر سال علاقے میں تشریف لاتے رہے، اس تشریف آوری میں زیادہ دلچسپی اہل گورگاواں نے لی حضرت کے مستقل قیام کے لئے دومنزلہ خش پوش عمارت تیار کی، اخراجات کے لئے پانچ بیگھہ زمین ہدیہ دیا، مہمانوں کے لئے خانقاہ بنوایا اور ایک چھوٹا سا مکتب جاری کیا، مولانا مشائخ چک یا لکھنؤ سے علاقہ تشریف لاتے تو گورگاواں ہی میں قیام فرماتے اور یہیں رہ کر پورے علاقے کو سیراب کرتے۔

آخیر عمر میں آپ زیادہ تر اپنے آبائی وطن لکھنؤ میں مقیم رہنے لگے اور وہیں ۱۵/محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

(۱۸۹۷ء) میں جان جان آفریں کوسپرد کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد

آپ کے چار صاحبزادے تھے۔(۱) سید شاہ مولانا قمرالدین (۲) سید شاہ مولانا تمیزالدین صاحب (۳) سیدشاہ مولانا قطب الدین صاحب (۴) سیدشاہ مولانا نجم الدین صاحب۔

ماشاءاللہ یہ چاروں صاحبزادے علم وفضل، تقوی وطہارت میں باپ کے ہم مثل تھے۔

مولانا قطب الدین صاحب بیشتر اوقات شمسیہ کی ابیاری میں صرف کرتے لیکن آبائی وطن لکھنؤ سے قلبی لگاو تھا قضاء قدر کا فیصلہ دیکھئے کہ آخیر عمر میں کسی تقریب میں شرکت کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے وہ وہیں بیمار ہوگئے اوراسی سفر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر فرمایا اور وہیں آبائی قبرستان نزد مسجد سعیداللہ نیا گاؤں شہر لکھنؤ میں سپرد خاک ہوئے۔

آپ کو ایک صاحبزادہ تھا سید شاہ مولانا جلال الدین ان کی شادی مقام مونا ضلع آرا بہار میں کسی زمیندار کی لڑکی سے ہوئی تھی، زمیندار صاحب کو کوئی لڑکا نہیں تھا اس لئے مولانا مونا ہی میں مستقل طور پر رہنے لگے البتہ کبھی کبھی والد صاحب کے چمن کو دیکھنے کے لئے گورگاواں آجایا کرتے تھے، ان کو تین صاحبزادے ہیں (۱) سیدشاہ نہال الدین (۲) سیدشاہ ہلال الدین (۳) سیدشاہ خصال الدین، یہ تینوں حضرات موناہی میں مقیم ہیں اوراپنی نانہالی جائداد سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔

مدرسہ شمسیہ میں مولانا قطب الدین صاحب کے دوراہتمام میں آپ کے برادر خرد حضرت مولانا نجم الدین صاحب بھی تدریسی خدمت انجام دیتے تھے اور تبلیغ وارشاد میں بھی شریک تھے اس لئے مولانا قطب الدین کے بعد قدرتی طور پر ادارے کی سرپرستی واہتمام کا قرعہ فال آپ کے نام نکلا اور آپ ہمہ تن گوش ہوکر ادارے کی نگہداشت وپرداخت میں منہمک ہوگئے، ان کے دوراہتمام میں مدرسے کو مزید

سر بلندی حاصل ہوئی اور درجات عربی میں بھی اضافہ ہوا۔

ان کا تعلق بھی آبائی وطن لکھنؤ سے والہانہ تھا، آخیر عمر میں وہ بھی لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہیں ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۵ء) میں ہزاروں سوسوگواروں کو داغ مفارقت دے کر سفر آخرت کے لئے روانہ ہو گئے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے (۱) مولانا قاری نصیرالدین صاحب (۲) حکیم سید حفیظ الدین ندوی صاحب، موصوف کے بعد یہ ذمہ داری آپ کے خلف اکبر قاری نصیرالدین کہ پاس آئی، انہوں نے کچھ عرصہ تک اس چمن کی ساخت و پرداخت کی لیکن چونکہ وہ مقام گلداس پور ضلع پورنیہ بہار کی خانقاہ سے وابستہ تھے اور انہی کے دم سے اس کی شمع جل رہی تھی اس لئے وہ زیادہ تر گلداس پورہی میں مقیم رہنے لگے اور غالباً ابھی تک ان کے اہل وعیال وہیں ہیں۔

مولانا نصیرالدین صاحب کے بعد خانقاہ شمسیہ گورگاواں کی جانشینی ان کے برادر خرد سید مولانا حفیظ الدین ندوی کے سپرد ہوئی وہ تاہنوز خانقاہ کی سرپرستی فرمارہے ہیں اور اپنی بساط کے مطابق خلق خدا کو مستفید فرمارہے ہیں۔ مولانا کو ایک لڑکا ہے سید عبدالقادر فیض جو فاضل شمسی ہیں اور گریجویٹ بھی الحمدللہ وہ بھی اپنے دادا اور پردادا کے مشن پر کاربند ہیں اور خدمت خلق سے وابستہ رہتے ہیں۔

ایں سلسلہ طلائے ناب است

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

شجرہ نسب کا مختصر خاکہ یہ ہے

مولانا سید محمد احسان اللہ۔ سید محمد عزیز اللہ۔ سید محمد سعید اللہ
سید شمس الدین
سید قمر الدین ،سید تمیز الدین،م سید قطب الدین ،سید نجم الدین
سید جلال الدین، قاری نصیر الدین، سید حفیظ الدین
سید نہال الدین، سید خصال الدین ،سید ہال الدین
سید عبد القادر فیض

شکرا گزاری

کسی قوم کی عزت وذلت ہدایت وگمراہی نیک بختی وشورہ بختی تو صرف ذات مقدس کے دست قدرت میں ہے،مگر اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے پیر طریقت حضرت مولانا شمس الدین کے پورے خاندان کا جو احسان علاقائی مسلمانوں پر ہوا ہے ہماری گردنیں ان احسان مندی سے جھکی ہوئی ہیں، یہ حضرات اگر بروقت ہماری دستگیری نہ فرماتے تو ممکن تھا کہ مزید نصف صدی تک ہم جہالت کی بندشوں میں جکڑے رہتے اور کتنے ہی بندگان خدا شرک وبدعت کی آلودگیوں میں ملوث ہوکر اس دنیا سے کوچ کرتے اور مستحق عذاب ہوتے ان کی بروقت کرم فرمایوں کا ہم تہ دل سے شکر گزار بھی ہیں اور ان کے لئے رحمت ومغفرت کا خواہستگار بھی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانہ پاک طینت را

۲۔پیر طریقت حضرت حافظ سید صفدر حسین صاحب ہیرواڈیہؒ

پیدائش ۱۸۵۰ء وفات ۱۹۳۰ء تقریباً

حافظ صفدر حسین صاحب مقام شیخو پورہ پٹنہ بہار کے رہنے والے تھے، وہ خاندانی سید تھے اشاعت دین کے لئے اپنے آبائی وطن سے ہجرت کر کے ببورہ ضلع بھاگلپور تشریف لے آئے تھے اور یہیں مقیم ہو گئے تھے ببورہ سے قریب مقام ہیرواڈیہ میں ان کی کافی زمین تھی اس لئے انہوں نے وہاں لمبا چوڑا مکان تعمیر کیا تھا وہ آبادی سے دور سنسان جگہ ہے لیکن حضرت حافظ صاحب کی وجہ سے بہت بارونق ہوگئی تھی۔یہیں ان کی ایک چھوٹی سی خانقاہ تھی اور مکتب بھی تھا جس میں شائقین تعلیم وتربیت حاصل کرنے آتے تھے اور وہ اس وقت علاقائی علما وصلحاء وارعوام کے لئے مرجع عام بنی ہوئی تھی۔
اس مدرسے میں فارسی اور تصوف کی تعلیم بہت پختہ ہوتی تھی حافظ صاحب کی کئی کرامات بہت مشہور تھیں اس لئے عوام کا رجوع بہت زیادہ تھا۔
حافظ صاحب کی وفات غالباً ۱۹۳۰ء میں ہوئی اور ببورہ میں سپرد خاک کئے گئے،ان کے دو صاحبزادے تھے (۱) مولوی امیر الدین (۲) مولوی ممتاز صاحب اور ایک لڑکی تھی جس کے شوہر کا نام ماسٹر نور حسن تھا یہ فارسی میں بہت باصلاحیت آدمی تھے۔
والد صاحب کی وفات کے بعد مولوی امیر الدین صاحب ان کے جانشین ہوئے اور اب حافظ صاحب کی جگہ یہی علاقے میں تشریف لاتے تھے اور عوام وخواص کو رشد وہدایت کی تلقین فرماتے تھے،لوگ ان کے تعویذ کے بہت معتقد تھے،شیطان وجنات کو نکالنے اور باندھنے میں ان کو بڑی مہارت تھی ہیضہ کے زمانے میں گاؤں م بندھوانے کے لئے مولوی امیر الدین کو ہی لوگ لاتے تھے،میرے بچپنے مں ی کھٹی

خصوصی طور پر لائے جاتے تھے۔ غالباً ۱۹۶۱ء میں ان کا انتقال ہوا، ان کو ایک لڑکا نذیر عالم ہے، جو ابھی ضلع گھورکھپور یوپی میں اپنی لڑکی کے یہاں زندگی بسر کر رہے ہیں، خانقاہ اس وقت بند ہوگئی ہے۔

سید شمس الدین صاحب کی طرح ان دو بزرگوں نے بھی علاقائی مسلمانوں کی بڑی خدمت کی ہے اور جہالت کی شب تار میں علم وحکمت کی روشنی پھیلاتے رہے ہیں۔

خدا بخشے بہت کچھ خوبیاں تھیں مرنے والے میں

۳۔قطب علاقہ حضرت مولانا رمضان علیؒ صاحب گورگاواں

ولادت ۱۸۹۰ء وفات اگست ۱۹۶۰ء فاضل سہرام

۱۸۳۸ء سے ۱۹۶۰ء تک تقریباً بائیس سال تک گورگاواں کے خوش قسمت عوام (جن کو عرصہ سے جلیل القدر علماء اور پایے کے صلحاء کی زیارت کا موقع حاصل رہا ہے)۔ایک ایسا نورانی چہرہ دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے جس کو دیکھ کر علما سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی،میانہ قد متناسب الاعضا جسم، چہرہ گلاب کی طرح کھلتا ہوا، آنکھوں میں سرخ ڈورے اور شب بیداری کے آثار نگاہیں جھکی ہوئیں چال باوقار لیکن اس سے عزم واعتماد کا اظہار ہوتا، کرتا لمبا اور لنگی ٹخنوں سے قدرے اونچی، گاؤں کی درمیانی سڑک سے صبح وشام مدرسہ شمسیہ کی جانب بار بار آتے جاتے لوگ دیکھتے یہ بزرگ سیرت ہستی حضرت مولانا رمضان علی گورگاواں تھے جنہیں آج بھی ہر خاص وعام جانتے اور احترام کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں۔

حضرت مولانا نے ۱۸۹۰ء کے اردگرد اس آب وگل کی دنیا میں قدم رکھا آپ کے پدر بزرگوار گاؤں کے باوقار بارعب شخصیت تھی، آپ سن شعور کو پہنچے تو گہوارہ علم وادب مدرسہ شمسیہ اور ملجاء تبلیغ وارشاد خانقاہ شمسیہ کا طوطی بول رہا تھا اور یہ زمانہ سید قطب الدین صاحب کے دور اہتمام کا زمانہ تھا آپ نے متوسطات تک کی تعلیم حضرت مولانا سید قطب الدین صاحب اوران کے معاون اساتذہ کی آغوش میں پائی، آپ بلا کے ذہین اور قوی الحافظہ تھے، افتاد طبع کم گو اور عزلت نشینی کی واقع ہوئی تھی آپ رزم بزم کی محفلوں میں کم شرکت فرماتے اور گمنامی کو پسند فرماتے لیکن ذہانت وصلاحیت نے آپ کو گوشۂ خمول سے نکال کر بام عروج پر بٹھایا اور ہر جگہ آپ صدر نشیں رہے۔

اعلی تعلیم کے لئے مدرسہ خیریہ سہسرام تشریف لے گئے جو اس وقت بہار کا علمی مرکز شمار کیا جاتا تھا، وہاں

حضرت مولنا فرخند علی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیریہ کا دامن ایسا تھا کہ جب تک تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں دستگاہ نہیں حاصل کرلی دامن نہیں چھوڑا مولانا تاحیات انہیں کو مربی ومحسن سمجھتے رہے۔

خدمات

سند فضیلت کے بعد مدرسہ خیریہ ہی میں درجات علیا کی خدمت کے لئے منتخب ہوئے اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ درس دیتے رہے مادر علمی کی بلند خدمات آپ کے کمالات کا شاہد عدل ہے جو سیکڑوں گواہوں پر بھاری ہے، بعد میں کچھ مجبوریوں کی وجہ سے مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر بھاگلپور پھر مدرسہ اسلامیہ اسی پور باراہاٹ میں ملازمت فرمائی۔

۱۹۳۸ء میں شمسیہ گوگاواں کے صدرالمدرسین حضرت مولانا نصیرالدین صاحب گورگاواں کی بینائی جاتی رہی تو ہر ایک کی نگاہ آپ ہی کی ستودہ صفات وجامع کمالات شخصیت پر پڑی شہرہ آفاق مادر علمی کی دعوت ایسی نہیں تھی کہ دامن کشی اور پہلوتہی سے کام لیا جاتا آپ نے بصد شوق قبول فرمایا اور پوری عمر اس کی گلکاری اور نقش ونگاری میں صرف کردی قسام ازل نے آپ کو بیس (۲۰) سال کا طویل عرصہ عنایت فرمایا جو شمسیہ کے شباب کا زمانہ اور اس کے عروج کا وقت کہا جاسکتا ہے، اس نعمت کی آپ نے قدادانی فرمائی اور تفسیر حدیث فقہ ادب اور دیگر علوم نقلیہ وعقلیہ میں وہ زندہ جاوید نقوش چھوڑے کہ صدیوں تک اس کی یاد تازہ ہوتی رہے گی، آپ کی دور میں ہزاروں تشنگان علوم نے اس ماء زلال وآب شیریں سے سیرابی حاصل کی جو اس وقت علاقہ اور بیرن علاقہ کی خدمات میں مصروف ہیں اور ان کا ثواب آپ کے نامہ اعمال میں لکھا جارہا ہے۔

آپ کی صدارت میں درجہ ہفتم سے درجہ مولوی تک مدرسہ شمسیہ کی منظوری دوخوشنما بلڈنگوں کی تعمیر مدرسے میں تعلیم وتربیت کی ترقی وہ لازوال یادگار وشاہکار ہیں کہ علاقہ رہتی دنیا انہیں یاد کرے گا۔

سب سے بڑی خوبی جو ان کی پوری زندگی میں نمایاں رہی ہے وہ ان کی طبیعت کی شرافت ومروت تھی وہ

بالکل بے آزار و غیر منتقمانہ طبیعت کے آدمی تھے ان کے لئے ظالم کے بجائے مظلوم بننا بہت آسان تھا ان کی زندگی اس شعر کی متحرک و زندہ تصویر بنی تھی۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است

بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

۱۹۵۸ء میں شکر کا عارضہ ہوا جس سے نقاہت میں اضافہ ہوتا گیا بہت غور و فکر کے بعد مجلس عاملہ نے آپ کے ادب شناس فرزند مولنا نثار احمد صاحب کیفی کو عہدہ صدارت پر فائز فرمایا اور آپ کو آرام کرنے کے لئے فارغ کر دیا۔ لیکن

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مصداق آپ جانبر نہ ہو سکے اور ۱۵/ اگست ۱۹۶۰ء میں پورے علاقے کو داغ مفارقت دے کر رفیق اعلی سے جا ملے۔

مقدور ہو رو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے

۴۔خادم ملت حضرت مولانا کوثر علیؒ صاحب گورگاواں

ولادت ۱۹۰۰ء وفات ۲ے۱۳۱ھ فاضل سہسرام

۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۰ء تک علاقائی ترقی وسربلندی کے لئے شباب کا زمانہ ہے وارملی خصائص وفکری رعنائی کے لئے نقطہ عروج کا وقت ہے اس دور میں شہرہ آفاق مدرسوں اوراسکولوں نے اپنا بال وپر نکالا اور دسیوں تحریکوں نے اس بلند آہنگی سے صور پھونکا کہ پورا علاقہ جذبات سے مخمور اور پرواز کے لئے بے تاب نظر آنے لگا،ان اداروں میں مدرسہ شمسیہ گورگاواں اور پرساہائی اسکول سب سے عظیم اور علاقائی پیمانے پر ہمہ گیرادارہ رہاہے،اسی شجرہ طوبیٰ سے تمام اداروں اورتحریکوں کی شاخیں پھوٹی ہیں اور اسی سے آب وغذا فراہم ہوئے ہیں،حضرت مولانا کوثر علی صاحب اس طویل عرصے میں ان دونوں قلعوں کے صدر مجلس شوری رہے ہیں، یہ دوہرا امتیاز اس بات کی سند اور شاہد عدل ہے کہ آپ کی شخصیت دلآویز میں خلوص کا دریائے بے کراں پارے کی سیمابی، بجلیوں کی بے تابی اورکلام کی جادوگری تھی کہ ایک جہاں کہ دل ودماغ پرشہنشاہی کی اورایک عرصہ تک اہل دانش کومحو حیرت بنائے رکھا آپ کی خاکساری وانکساری فراخدلی ووسعت قلبی ہی کی دین تھی کہ ماسٹر مجیب الحق صاحب سیوانی اور مولانا لیاقت حسین صاحب ڈیوکنڈا جیسے برسرآمد روزگار شخصیتیں آپ کے قدموں پرشمع کی جانگدازی اور پروانہ کی جاں نثاری پیش کرتے رہے اوران کے ہراشارے پر لبیک کہتے رہے۔

آپ کی قیادت میں مدرسہ شمسیہ گورگاواں ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے ملحق ہوا، اس کو عالم کلاس تک کی منظوری ملی ، چوکورا اور پختہ عمارت تعمیر کی گئی اور علاقے میں ایک عظیم الشان دینی قلعہ کی حیثیت سے متعارف ہوا۔

آپ ہی کی سرکردگی میں ماسٹر مجیب الحق صاحب سیوانی کی تقرری عمل میں آئی، جس کے بلند حوصلگی سے پورا علاقہ علم وحکمت سے سیراب وشاداب ہوگیا، پرساہائی اسکول اقلیتی ادارہ منظور ہوا، اس کی وسیع وعریض بلڈنگ کھڑی ہوئی اور نظم ونسق، علم ومطالعہ کی ایسی ساکھ قائم کی گئی کہ بلند و بانگ ضلع اسکولوں سے آنکھیں ملانے کے قابل ہوگیا، آپ کا طرز عمل یہ نہیں تھا کہ صرف خانہ پوری کے لئے آپ کا انتخاب ہو بلکہ آپ اپنے سسرال واقع پرسا میں ہفتوں قیام فرماتے اور اسکول کے ہر چھوٹے بڑے امور کو دلچسپی سے انجام دیتے، مدرس کی بحالی ہو یا طلبہ کا داخلہ، مالی فراہمی کا عقدہ درپیش ہو یا تعمیراتی گرہ کشائی کی ہر جگہ آپ کی جہاں دیدگی وتجربہ کاری سے لوگ راہ متعین کرتے اور اسی کی روشنی میں کارواں جادہ پیما ہوتا۔

تعمیراتی فنڈ کی فراہمی کے لئے جو ٹیم گاؤں گاؤں روانہ کی گئی تھی آپ اس میں سرخیل ومیر کارواں کی حیثیت سے زمام کار سنبھالے ہوئے تھے اور نازک سے نازک تر موقعوں پر آپ اپنے ہمعصروں سے نیکی میں بازی لے گئے۔

جب آپ کورگاواں میں مقیم ہوتے تو مدرسہ شمسیہ کی تابانی میں چار چاند لگانے کی کوشش کرتے اور اس کو ہر ایک سے لائق وفائق درسگاہ بنانے کی تگ ودو میں ہمہ تن مصروف رہتے ایسا لگتا تھا کہ آپ ہی کے لئے یہ شعر کہا گیا ہے۔ ؎

ایک جہد مسلسل ہے کارگاہ دنیا

ہم پھول کے بستر پر آرام نہیں کرتے

ان تمام سے بڑی اور امتیازی شان یہ تھی کہ آپ کے دل میں ملت کا درد، دینی حمیت اور اسلامی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جسکی وجہ سے آپ ایک لمحہ خدمت قومی کے بغیر نہیں گزار سکتے تھے اور نہ اسکے بغیر آپکو چین آتا تھا، آپکی زندگی پر عقابی نگاہ ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ صبح وشام، شب

وروزملت ہی کی ترقی کے بارے میں سوچتے اور ہمہ وقت اسی کے تانے بانے میں مشول ومصروف رہتے تھے ،اسکے لئے آپ نے بارہا اقتصادی خسارہ برداشت کیا ،عزت وآبرو کی بھینٹ چڑھائی اورطوفان بلاخیز یافتہ شہرآشوب میں کودنے کی نوبت آئی تو آپ نے اس سے بھی کبھی دریغ نہیں فرمایا:

لیکن افسوس یہ ہے کہ ۱۹۶۸ء تک ملت کے لئے اپنی بہترین توانائیاں صرف کرچکے تھے اوردونوں اداروں کوبام عرج تک پہنچاچکے تھے اوراب ملت سے خراج تحسین حاصل کرنے کاوقت آیا توملت کی خردہ گیری،حساب طلبی،تنقید وملامت ،اندرونی انتسار بیرونی مخالفت اورساتھیوں کی بے وفائی نے اس مخلص خادم کادل چکنہ چورکردیا،انکی قربانی ،قابلیت اور بلندعزائم کی وہ قدردانی نہیں کی جس کے وہ مستحق تھے ،انکی عزت افزائی اور دادوتحسین کے بجائے ان سے عہدے سے سبکدوشی کامطالبہ کیا اورآخرصدارت سے عہدہ برآہونے پرمجبورکردیا ،تلخ تجربہ اورحادثہ صاعقہ اساانکے رارونزارجسم اورعمرپیرانہ سالی کے لئے پیغام موت ثابت ہواچناچہ اسکے چندسال بعدہی ۱۹۷۲ء میں انکی طائرروح قفض عنصری سے پروازکرگئی۔

اس پیکرخلوص ووفاکودنیا کچھ بھی کہےلیکن یہ بے مایہ مولاناکوثرعلی صاحب رحمۃ ،مولانالیاقت حسین صاحب ڈیوکنڈا،ماسٹرمجیب الحق صاحب سیوانی اور ماسٹرانورعلی صاحب کھورد کے خلوص بیکراں اورخدمت بے انتہا کے جوہرآبدار سے بے بہامتاثر ہے اورانکی روح کے لئے خراج تحسین اور ہدیہ تشکرپیش کرتاہے،کیونکہ آپ حضرات اس شعرکی سچی تصویرتھے۔

بدین مصطفٰے دیوانہ بودی | فدائے ملت جانانہ بودی
بدل بودی فقیر بےنوائے | بہ قالب پیکرشاہانہ بودی
چہ دانستی کجاسوزم نہ سوزم | توشمع دیں راپروانہ بودی
بایمانہازتوزورےوشورے | بجانہاہمت مردانہ بودی

۵۔ ہمدرد ملت حضرات مولانا لیاقت حسینؒ صاحب ڈیوکنڈا

پیدائش ۱۹۰۸ءتقریباً وفات ۲۸ فروری ۱۹۷۸ء فاضل امینیہ دہلی

زمانہ دارالعلوم دیوبند میں میرے یار غار محمد واصل صاحب چانچے مولانا کی بلند و وسیع خدمات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے جس سے راقم کا دل عقیدت و محبت سے بھرآتا تھا، حضر میری فراغت تک حیات رہے لیکن کبھی زیادت کا اتفاق نہ ہوسکا، اسکی بڑی وجہ تھی فرصت کی قلت اور میری طبیعت کی یکسوئی یا وطن سے بعد و دوری اگست ۱۹۸۶ء میں اعلی کمیٹی کی تحقیق کے لئے ڈیوکنڈا حاضر ہوا، میرے ذہن میں تھا کہ علاقے کے دیگر واقع فراموش کی طرح یہاں بھی کوئی نوشتہ یا دستاویز دستیاب نہیں ہوگا، زیادہ سے زیادہ زبانی طور پر کچھ معلومات حاصل ہوجائے گی پھر شیخ سعدی رحمۃ کے قول۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

سے قلب حزیں کو تسکیں دیتے ہوئے حضور کے دروازے پر پہلی بار حاضری دی ،آپکے صاحبزادے مولوی ریاض الدین صاحب نے کرم خوردہ صندوق کھولا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اعلی کمیٹی کے تمام دستاویز، فارم، کاغذات اور تحریریں مرتب کردہ محفوظ و مان تھے، مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کمیٹی کے لئے دھڑکتے دل کی حیثیت رکھتے تھے۔ جہاں سے ہر عضو میں گرم خون کی رسائی ہوتی تھی جس سے ہر عضو متحرک و سرگرم عمل تھا رسمی طور پر اگرچہ آپ علاقہ کمیٹی کے ناظم تھے لیکن اعلی کمیٹی کے تمام امور آپ ہی انجام دیتے تھے۔اور حضرت مولانہ خلیل الرحمٰن صاحب شری چک سیکرٹری اعلی کمیٹی نے آپ ہی کو تمام احکامات کو نافذ کرنے کا حکم اپنی تحریروں میں دیا ہے۔آپ نے پوری لگن کے ساتھ ہر گاؤں کا دورہ کیا۔اعلی کمیٹی کے لئے اسکے قاضی، امیر اور ناظم ہر گاؤں میں منتخب کروائے اور اسکی فہرست مرتب کی

،کام اتنی تیزی وسبک رفتاری سے انجادیا کہ ایک سوانح نگارتمام فائلوں کودیکھ کرانگشت بدنداں ہے ایسا محسوس ہوتاہے کہ آپکا کل خدمت کے لئے ابلتا بلکہ چھلکتا رہتا تھا مرتبہ شانی ودور اندیشی تحمل وبرداشت اور دلسوزی وہمدردی کا ایسا جوہر آپ کو ملا تھا کہ حاسد ونقاد بھی آپکا ہمنوا اور پروانہ شمع بننے پر مجبور ہوجاتے سخت سے سخت حالات اور طعنہ ومخالفت کے طوفان میں بھی آپ نے اپنی شمع جلائی اور ہر ایک کو یکساں روشنی عنایت فرمائی اعلی کمیٹی کی آفاقیت پرسا ہائی اسکول کی مقبولیت مسجد سہنولہ کی عمرت اورعیدگاہ بیسا کی سجاوٹ سے اسکا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جو آپ ہی کی شب وروز کے تگ ودو سے منصۂ شہود میں آئے ہیں۔

ڈیوکنڈا ایک متوسط آنادی کی بستی ہے جس میں علوم عصریہ وعلوم عربیہ کی روشنی بڑی تیز ہے اکثر علی گڑھ سند یافتہ ہیں تقریبا نصف درجن انجینئر اور اگزکٹو انجینئر ہیں کچھ علماء اور صلحا بھی ہیں اتنی بڑی تعداد میں اعلی تعلیم یافتہ حضرات بہت کم بستیوں میں اس زمانے میں ہوتے تھے اس بستی میں شہر آفاق وولی کامل انجینئر محمد عرفان غنی بھی ہیں جو بہار کے حلقہ تبلیغ میں قابل رشک شمار کئے جاتے ہیں یہ حضرات حضرت مولانا ہی سے تربیت یافتہ اور انہیں کی خرمن سے خوشہ چیں ہیں۔ گاؤں میں فوقانیہ تک کا مدرسہ جاری ہے جس میں اساتزہ پوری حاضر باشی اور محنت ولگن کے ساتھ خدمت انجام دیتے ہیں لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ مولانا لیاقت صاحب ہی کی لیاقت وحزاقت کی مرہون منت ۔لوگوں سے معلوم ہوا کہ مولانا نے مسجد سنہولہ کی بنیاد اور اسکی تعمیر کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اسکی مالی فراہمی کے لئے گاؤں گاؤں میں کاسۂ گدائی دراز کیا۔

اسکو فلک بوس بنانے اور گلکاری کرنے میں استطاعت سے زیادہ ہمت صرف کی ہے مرحوم کو اسکی معتمدی اور نظامت کی فضیلت بھی حاصل تھی۔ڈیوکنڈا سے واپسی پرلب گیرواندی خوشنما وخوبصورت، مضبوط وپائدار عیدگاہ یکسا دیکھنے کا بھی شرف حاصل ہوا، جو مولانا کی سرپرستی میں مرحلہ تکمیل تک پہنچی تھی، اس

دیہات میں اتنی وسیع اور پختہ عیدگاہ بہت کم دیکھنے میں آئی ہے، اسکے ہر ہر نقش سے بانی کے لئے سدا آتی ہے۔

ع کرم کردی الٰہی زندہ باشی

۱۹۵۱ء میں آپنے مسلم ہائی اسکول پرسا کے عہدہ نظامت کو زینت بخشی اسکول اسوقت منظوری اور وہ بھی اقلیتی منظوری کی کشمکش میں مبتلا تھا، آپکی مسلسل جدو جہد اور شب وروز کی دلسوزی سے صرف منظوری ہی نہیں ایک مثالی اور شہرہ آفاق اسکول کی حیثیت سے نمایاں ہوا اور علم ودانش، تہذیب وثقافت کا ایسا سکہ جما کہ دیوانگان علم مقناطیسی کیفیت سے کھنچے ہوئے آنے لگے، انکے حسن انتظام اور تحمل ہی کا کرشمہ تھا کہ بیس سال کے طویل عرصے میں اختلاف وتلخی کو بہت کم راہ ملی اور اسکول ہر آن ترقی کی طرف جادہ پیا رہا، ماسٹر مجیب الحق سیوانی اپنے عنامت نامے میں ررقمطراز ہیں کہ مولوی لیاقت حسین صاحب ہی کی الفت ویگانگت اور ایثار واحترام کی بناء پر میں پرسا آسکا اور اٹھارہ سال کی طویل مدت تک قیام کرسکا اور جب انہوں نے اسکول کو الوداع کہا تو مجھے پرسا کی زمیں تنگ محسوس ہونے لگی اور پھر بہت جلد ہی پرسا سے رخت سفر۔

باندھ لیا۔ اسکا انکار نہیں کہ اوروں نے سہارا دیا ہوگا، لیکن آپ کا مقام موج حوادث میں ناخدا کی طرح ہے، جس پر پورے سفینے کے پار اترنے کی ذمہ داری ہے۔ ۱۹۶۸ء میں تہذیب وتمدن کا گہوارہ پرسا ہائی اسکول کے صحن میں اختلاف وانتشار شورو ہنگامہ کا ننگا ناچ رچایا گیا اور اس مخلص خادم کو اسکول کی نظامت سے علیحدہ کر دیا گیا، اس سے موصوف آشفتہ دل اور شکستہ خاطر ہو گئے اور باقی ایام گوشۂ خمول میں گذاری۔

آخر وہ ساعت موعود آپہنچی جس کے زادِراہ کے لئے خدمت وطن کو اپنا اسوہ اور نصب العین بنایا تھا اور ۲۸؍فروری ۱۹۷۸ء کو مولانا اس جہان فانی سے اس عالم جاودانی کی طرف رخصت ہوئے، جہاں

اخلاص و درد کی متاع بڑی قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور جہاں کریم نکتہ نواز اور رب غفور سے واسطہ ہے نہ کہ زود رنج وزود فراموش ملت اور ظاہر بیں کوتاہ نظر مورخ سے۔

مولانا کے ساتھ ایک دور کا خاتمہ ہوگیا اور تاریخ کے ایک باب کی تکمیل ہو گئے، جس کے بغیر علاقائی مسلمانوں کی اس صدی کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی، حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے نظر نارسا کے سامنے اس جیسا پیکر اخلاص خادم علاقے میں کوئی دوسرا نہیں گذرا۔

مت ہیچ انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

یہ پیر کہن خادم ۱۹۰۸ء کے اردگرد اس دنیاء رنگ و بو میں تشریف لائے تھے، نسبی شیر خورگی کے بعد شمسیہ گذرگاواں سے رضاعت علم کی تکمیل کی اور اسی کے شیر شیریں سے پل کر عالم شباب تک رسائی حاصل کی، اس کے بعد سند فراغت مدرسہ امینیہ دہلی سے حاصل کی، مولانا موصوف مولانا قمرالدین صاحب ڈیوکنڈا سابق صدر مدرس مدرسہ شمسیہ گورگاواں کے بھتیجا تھے، اسلئے اوائل عمری ہی سے تربیت واخلاق کی زیور سے مرصع ومزین ہونے کی توفیق ہوئی اور آخری سانس تک اسی کی ضیا پاشی کرتے تھے۔

۶۔خطیب بہار حضرت مولانا اصغر حسین صاحب شاہپوریؒ

ولادت ۱۸۸۹ءوفات ۱۹۴۹ءتقریباًفاضل کانپور

ڈاکٹرمحمدممتاز صاحب شاہپوری زندہ دل وسبک روح بزرگ ہیں میری تصنیفی ذوق سے ان کو گہری دلچسپی ہے،وقتاًفوقتاًاصلاح وتربیت بھی فرماتے رہتے ہیں۔۱۹۸۵ء میں وہاں کے مشہور وقدیم مزار کی تحقیق زیارت کے لئے شاہپور کی حاضری دی،اثناء گفتگو میں خطیب بہار حضرت مولانا اصغر حسین صاحب شاہپوری کا ذکر چھیڑا،میں پہلے سے بھی ان کے کمالات سے گوش آشنا تھا،ڈاکٹر صاحب کی عقیدت مندانہ وضاحت سے ان کے تقدس وتفوق کے نقوش گہرے اور وسیع ہوتے گئے۔

اس سرزمین پر حضرت کی تشریف آوری ۱۸۸۹ء کے اردگرد میں ہوئی ہے،ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ نا صری گنج میں پائی بعد میں مدرسہ الہیات کانپور سے فراغت حاصل کی آپ جیدالاستعداد نیک بیعت اور پیدائشی خطیب تھے،زبان بڑی شیریں اور شگفتہ پائی تھی،فن خطابت کے ہرزاوئے سے واقف اوراس کے ادب شناس تھے،ان کی تقریرشروع ہوتی تو کوئی اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں

وہ اسی نسبت سے صوبہ بنگال کا دورہ فرماتے اور مہینوں جلسوں کے پروگرام میں شرکت فرماتے رہتے ،شائقین ومرتبہ شناس ان کے لئے چشم براہ رہتے علماء سے بھرا ہوا اسٹیج ان کی عدم موجودگی میں برات بے نوشہ معلوم ہوتا۔

آپ سلسلہ چشتیہ کے خلیفہ ومجاز تھے ان کے مسترشدین زیادہ تر مرشدآباد بنگال میں تھے انکا حلقہ بگوش

عقیدت ومحبت میں ان پر پروانوں کی طرح ٹوٹتا اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق فیضیاب ہوتا۔

مولانا جب تک زندہ رہے عید گاہ بسنترائے کی امامت فرماتے رہے آپ کی موجودگی میں نماز عید کی امامت کے لئے کسی کو پیشی کی جرأت نہیں ہوتی، آپ کا ہمیشہ معمول تھا کہ کہیں بھی ہوتے عید کی نماز کے لئے ضرور گھر تشریف لاتے۔

انسانی صفات ملکی سے مرصع ہو یا عادات حیوانی سے اس دنیا کو، بہر حال الوداع کہنا ہے، چنانچہ مولانا کے لئے بھی وہ ساعت آئی اور وہ ۱۹۴۹ء میں سفر آخرت پر روانہ ہو گئے اور شاہپور میں آسودہ خاک کئے گئے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

۷۔ناظم اعلی کمیٹی حضرت مولانا خلیل الرحمان صاحب شری چکؒ

ولادت ۱۹۰۹تقریبا وفات مارچ۱۹۷۹ فاضل دیوبند

کوٹھی گدکا چک ضلع بھاگلپور میں عاجز کی ننہالی قرابت ہے،اسلئے زمانہ طفولیت میں وہاں بڑے ذوق وشوق سے جایا کرتا تھا،حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کی منجھلی صاحبزادی وہاں منسوب ہے،اسلئے وہ بھی وقفے سے گدکا چک تشریف لایا کرتے تھے،میں نے پہلی مرتبہ وہیں ان کی زیارت کی میانہ قد نحیف جسم،گورابدن کشادہ پیشانی،آنکھیں جھکی ہوئیں،لیکن اس سے علم وذہانت عیاں،صلحا کے لباس میں ملبوس ہرایک انکا احترام ولحط کرتے پیروجواں انکے سامنے اونچی آواز میں گفتگو کرنا سوءادبی سمجھتے۔

حضرت مولانا نے ۱۹۰۹ء کے اردگرداس صفحہ ہستی پر قدم رکھا انکا خاندان علمی ذوق سے معمور وآباد تھااس لئے ان کوابتداء ہی سے تعلیم وتربیت تہذیب واخلاق سے آراستہ کرنے کی کوشش کی گئی،اعلی تعلیم کے لئے آپ نے دارالعلوم دیوبند کا سفر فرمایااور موقر فاضل بنکر تشریف لائے،آپ خدمت قوم اوردینی جذبے سے سرشار تھے،اسلئے فوری طور پر مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ میں صدرالمدرسین رکھ لئے گئے ،آپ نے

کافی سالوں تک مسلسل تدریسی خدمات انجام دی،جس سے ایک بڑی تعداد میں فضلاء وباکمال شخصیتیں تیارہوئیں۔

۱۵رجنوری۱۹۵۳ءمیں علاقہ گیر پیمانہ پراعلی کمیٹی کی تحریک شروع ہوئی اس تحریک کوچشم بدنہ لگتی تو یہ عہد سازوزمانہ خیزتحریک سے تعبیر کی جاتی واقعی وہ کمیٹی علاقہ والوں کے لئے دوررس ودیرپا فوائد کے لئے حامل تھی،حضرت مولانا اس باعظمت کمیٹی کے عہدہ نظامت کے لئے زینت بخش ہوئے،آپ کا سحر

طرازقلم سیاسی بصیرت وسیع تجربات اورعلمی رعب ہمہ وقت یہ سفارش پیش کرتا تھا کہ آپ ہرطرح موزوں اورکلی طور پرکرسی نظامت پرفٹ ہیں، بلکہ اس مقام کوآپ سے زینت تھی،اعلی کمیٹی کے فائلوں کوکھنگالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تمام تحریریں آپ ہی کےنوک قلم کا شاہکار ہیں آپ کی حیثیت پوری تحریک میں جسم میں دماغ کی حیثیت رکھتی تھی، جواپنے غوروخوض،حسن تربیت اورحسن انتظام سے ہرعضوکومتحرک رکھتا آپ نے اعلی کمیٹی کے لئے تمام قواعدوضوابط کووضع کیا،اس کوتہذیب وتربیت کا جامہ پہنایااوراس کےنفاذاوراس پرعمل کروانے کی پوری کوشش کی،اعلی کمیٹی اورعلاقہ کمیٹی کے تمام جلسے میں پابندی کےساتھ شرکت فرماتے اورترغیبی خطابات سےقلوب میں حرارت پیدا کرتے،کمیٹی کے ہر عضوکی نگرانی وپاسبانی آپ کےذمہ تھی،آپ ہرخطرےاورسودوزیان سے بے نیاز ہوکراپنے فرائض کو انجام دیتے اوراس راہ میں کسی لوم لائم کوخاطر میں نہ لاتے،آپ کی یادداشت تحریریں اوردفتروں پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سےآپ کی عظمت وبلندنگاہی کا اعتراف کئے بغیرنہیں رہا جاسکتا،صدحیف ہے کہ کمیٹی زیادہ دونوں تک زندہ نہ رہ سکی جس کی بناپرحضرت ناظم صاحب کی امنگیں افسردہ ہوکررہ گئیں۔

حسرت توان غنچوں بر ہے جوبن کھلے مرجھا گئے

ان ناکامیوں کی وجہ سےآپ ملی میدان میں نیم جاں ہوگئے تھے،اخیرعمر میں تقاضے کے باوجود بہت سی دلچسپیوں سے کنارہ کش رہنے لگے تھےاورگوشۂ عافیت میں یادالٰہی کومحبوب مشغلہ بنالیا تھا۔

مارچ ۱۹۷۹ءکوآپ ن ءداعی اجل کولبیک کہااورحقیقت شناس محققین کویہ پیغام دئے گئے کہ

جان کرمنجملہ خاصان میخانہ مجھے

مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

۸۔صوفی کامل حضرت مولانا انور علی صاحب کیتھیاؒ

ولادت۱۹۰۴ء وفات۱۹۷۴ءتقریباً

حاشیہ خیال میں جب کبھی یتیم خانہ دودھانی شہر دمکا کا تصور آتا ہے تو معاً حضرت مولانا انور علی صاحب کا نورانی چہرہ آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگتا ہے، کیونکہ مولانا کہ زندگی یتیم خانے کے ہر ذرے کے ساتھ اس طرح پیوست ہوگئی تھی کہ کسی موڑ پر ایک کو دوسرے سے جدا کرنا مشکل تھا، مولانا ہی کی دم آتشیں سے یتیم خانے نے صفحۂ ہستی پر قدم رکھا اور انہیں کے دم خم سے ایک نامور مدرسہ کی شکل میں مشہور و معروف ہوا، مولانا جب تک زندہ رہے اسی چمن کی تہذیب و ترتیب میں لگے رہے اور اپنی قابلیت وصلاحیت، محنت وفنکاری کا ایک ایک قطرہ اس میں نچوڑ دیا، خاکسار کو ۱۹۸۵ء میں اس چمن انوری کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی تو محسوس ہوا کہ مولانا کی عطر بیزیوں سے وہاں کا ہر ذرہ معطر اور ہر کلی زبان سپاس تھی، یتیم خانے کے موجودہ صدر مدرس نے بڑے بلند الفاظ میں ان کی اخلاقی بلندی انتظامی صلاحیت اور صناعی و ہمہ گیری کی تعریف کی اور ان کی رحلت سے بہت بڑا خلا محسوس کرتے تھے۔

علاقائی تحریکوں پر سرسری نگاہ پڑتی ہے تو تقریباً تمام ہی تحریکیں انکے اسم گرامی سے خالی نظر آتی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ موصوف کا شب و روز یتیم بچوں کے نان شبینہ مہیا کرنے میں صرف ہوتا تھا، جس کی وجہ سے یہ فاضل یگانہ علاقائی تحریکوں سے وابستہ نہ ہو سکے اور نہ اس میں ہاتھ بٹا سکے۔

مولانا راہ سلوک میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ سے صحبت یافتہ اور غالباً ان سے مجاز بھی تھے ،ان کو سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کا بہت شوق تھا، طعام نشست و برخاست شمع رسالت کے مطابق

کرتے اورطلبہ کوبھی اسکا شوق دلاتے اسی کا فیض تھا کہ ذوق خودآ گاہی خداترسی اورخدارسی میں آپ کا پایہ بہت بلند ہوگیا تھا، غالباً ۱۹۷۴ء میں دورہ قلب کا حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہوسکے اوریتیم خانہ کو یتیم کرکے رخصت ہوگئے۔

عمر بھر کی برقراری کوقرار آہی گیا

۹۔عارف باللہ حضرت مولانا منیر الدین صاحب جہاز قطعہؒ

ولادت ۱۹۱۹ءوفات ۱۹۷۷ءفاضل دیوبند

۱۹۶۷ء کی کدی صبح کو تبلیغی جماعت کے ساتھ یہ کفش بردار جہاز قطعہ پہنچا، مدرسہ رحمانیہ جہاز قطعہ کے احاطے میں قدم رکھا تو ایک فرشتہ صفت بزرگ سے ملاقات ومصافحہ ہوا، میانہ قد، گداز بدن، نورانی چہرہ ،متبسم پیشانی، دراز کرتا اور لنگی میں ملبوس عارف باللہ حضرت مولانا منیر الدین صاحب جہاز قطعہ تھے، آپ ۱۹۱۹ءمطابق ۱۳۳۷ھ میں پہلی مرتبہ دنیاء رنگ وبو سے روشناس ہوئے، ابتدا میں مدرسہ سلیمانیہ سنہولا ہاٹ میں مولانا خلیل الرحمٰن صاحب شری چک کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، پھر علمی تشنگی بجھانے کے لئے ۱۳۵۷ھ میں منبع علم وعرفاں دارالعلوم دیوبند کا قصد فرمایا اور ۱۳۶۲ھ تک اسکے ماء زلال سے سیراب ہوتے رہے، فراغت کے بعد بھی دولت کدہ تشریف نہیں لائے، بلکہ اس کی اشاعت کے لئے مدرسہ گلزار حسینہ اجراڑہ ضلع میرٹھ یوپی میں صدر مدرس منتخب ہوئے اور وہیں نمایاں خدمات انجام دیتے رہے، مکمل آٹھ سال کی غربت ومسافرت کے بعد گھر تشریف لائے تو علاقائی ابتری کو دیکھ کر دل ابلنے لگا، لوگوں کو دیکھا کہ وہ علم سے کورے اور تہذیب اسلامی سے نابلد ہیں، ان کی اصلاح اور راہ راست پر لانے کے لئے کسی مرد کامل سے بھی میدان خالی ہے اس لئے آپ نور علم کی ضیا پاشیوں کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور مدرسہ رحمانیہ جہاز قطعہ کی بنیاد ڈالی، خود ہی منتظم اور خود ہی مدرس تھے۔

خود کوزہ خود کوزہ گرو خود گل کوزہ

آپ کے درسی لگاؤ اور انہماک کی اتنی شہرت ہوئی کہ مدرسہ منارہ نور بن گیا، جس سے سینکڑوں پروانوں

نے روشنی حاصل کی، مولانا خلیل صاحب کیتھ پورہ، مونا غلام رسول اسناہاں، مولانا ابراہیم انجنا اور مولانا عرفان صاحب جہاز قطعہ اور کاتب عبدالجبار جیسے صاحب علم وفن نے استفادہ کیا اور علاقے میں آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔

آپ کے دور نارسا میں علاقے میں تصنیفی کام کا کوئی تصور نہیں تھا اور یہ دیہاتی علماء کی دسترس سے بالاتر چیز سمجھی جاتی تھی، لیکن آپ علاقے میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے تصنیفی کام کا آغاز کیا اور لوگوں کو باور کرایا کہ محنت ولگن سے ثریا پر بھی کمندیں ڈالی جاسکتی ہیں، آپ نے مسلمانوں کی اصلاح حال اور سنتوں کی ترویج کے لئے ''رہنمائے مسلم'' اور ''زجاج المصابیح'' تصنیف فرمایا، یہ دونوں کتابیں زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوسکیں، البتہ آپ کے لائق ترین بھتیجا قاری مولانا وکاتب عبدالجبار صاحب اسکو طباعت سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں، رہنمائے مسلم اردو میں ۱۲۰ر صفحے کی کتاب ہے، اس میں پیدائش سے لیکر موت تک کے کسی موقع کے لئے کونسا طریقۂ کار سنت نبویؐ سے ہم آہنگ ہے اور اس وقت کے لئے کون سی دعاء دہن مبارک سے منقول ہے، اسکی پوری تفصیل ذکر کی گئی ہے اور اسکے ماخذ کے لئے درجنوں کتابوں کا حوالہ درج ہے، دیہی علاقہ جہاں موقر کتابیں نایاب یا کامیاب ہیں، معلوم نہیں مصنف نے کس جانکاری سے اسکو مہیا کیا ہوگا، دوسری کتاب زجاجۃ المسابیح عربی زبان میں نورالایضاح کی طرز کی فقہ کی کتاب ہے، اس میں انہوں نے کافی مسائل جمع کیا ہے، انداز بیاں دلنشیں اور شگفتہ ہے زبانی ذہن نشیں کرنے کے لئے بہت مفید کتاب ہے۔

آپ خاموش طبع اور عزلت پسند واقع ہوئے تھے، رزم وبزم، شوروہنگامہ سے آپ کی طبعی دوری تھی، آپ دل کی دنیا کو آبقد ومعمور رکھنا چاہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ راہ سلوک میں بہت سے مدکامل کے لئے مشعل راہ ورشک نگاہ بنے ہوئے تھے، آپ سالک بے مثال حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے دامن سے وابستہ تھے۔

عمر کے آخیر عشرے میں فالج کا شدید حملہ ہوا، جس سے جانبر نہ ہو سکے اور آخر اس مخلص خادم نے ۱۹۷۷ء میں جان جان آفریں کو سپرد کیا اور ہزاروں سوگواروں کو داغ مفارقت دیکر سفر آخرت کے لئے روانہ ہو گئے۔

پلٹ کے کہتی ہے آنکھوں کی پتلیاں دم مرگ
چلو یہاں سے کہ دنیا کا اعتبار نہیں

۱۰۔مفتی علاقہ سلامت اللہ صاحب نیانگریؒ

ولادت ۱۹۰۸وفات یکم ستمبر۱۹۷۶ءفاضل فیض الغرباء

ناچیز۱۹۶۲ء کے شعبان میں مکتب سے فاغ ہوا تو والدمحترم (محمد جمال الدین پسرلدنی منڈل) مجھے ایک ایدے جلیل القدرہستی کے پاس لے گئے جن کو''سراپا تقدس'' کہنا بجا ہوگا،کشیدہ قامت ،سانولارنگ ،ناتواں جسم جس سے زہدوعبادت کے آثارنمایاں نگاہیں،جھکی ہوئیں چال باوقار،متناشع ومتواضع ،کشادہ پیشانی جس سے علم کی کرنیں مترشح ہوتیں اور دیکھنے والے کا دل نیازمندی وعقیدت مندی سے سرشارہوجاتا،بیعت انتہائی سادی اور منکسرالمز اج تھے،کوچہ سیاست وچالاکی سے ناآشنا، بلکہ متقر تھے،دنیا آپ کومفتی علاقہ قاری سلامت اللہ سے یادکرتی ہے،آپ نے ۱۹۰۸ء کے قریب دنیائے رنگ وبوکوزینت بخشی تھی آپ کے والدصاحب کا نام حبیب اللہ منڈل تھا،ابتدائی تعلیم مدرسہ شمسیہ گورگاواں سے حاصل کی اسکے بعدمدرسہ فیض الغربارضلع آرا سے سندفرغت حاصل کی اورساتھ ہی جن تجوید سے آراستہ ہوئے،جوآپ کے نام کا جزولاینفک بن گیا تھا،آپ حافظ قرآن پاک نہیں تھے، لیکن اندازتلاوت قابل رشک وپراثر تھا۔

اوائل میں کچھ عرصہ مڈل اسکول برہ پورہ ضلع آرامیں تدریسی خدمت انجام دی ۱۹۴۷ء میں مدرسہ شمسیہ گورگاواں مین استاذ حدیث وفقہ اور منطق وفلسفہ منتخب ہوئے اورتادم حیات اسی کے دامن سے وابستہ رہے۔

فتوی نویسی میں آپ علاقے میں لاثانی تھے،حضرت مولانارمضان علی صاحب کے بعدآپ ہی کو علاقے کا مفتی منتخب فرمایا،آپ پوری تحقیق وتدقیق کے بعدجواب تحریرفرماتے ،اورتسلی بخش جواب

دیتے ،آپ اس میدان میں کہنہ مشق تھے، پھر بھی خردنوازی کے طور پر کسی کسی مسئلے میں مجھ جیسے نواسموز سے مشورہ فرماتے حالانکہ میرا یہ حال تھا۔

میں کہاں اور کہاں یہ نکہت گل

اے نسیم صبح تیری مہربانی

اعلی کمیٹی کی علاقہ گیر تحریک شروع ہوئی تو پتہ پرسندا میں آپ ہی وہ ہمہ جہت وموزوں شخصیت تھے، جنکے سر پر صدارت کا سہرا رکھا گیا، آپ نے اسکو پوری خوش اسلوبی اور سنجیدگی سے نبھایا، فیصلے میں ایسی میانہ روی اختیار کرتے کہ ہر دوفریق کو اعتراض وانکار کی گنجائش نہ ہوتی۔

شمسیہ کے زمانہ قیام میں آپ ہمیشہ عیدگاہ فیض اللہ انجنا کے امام رہے، آپکا تزکیہ نفس مسلم تھا، جسکی کشش سے لوگ دوسری عیدگاہوں کو چھوڑ کر فیض اللہ پر فیض باطنی حاصل کرنے تشریف لاتے مقتدی آج بھی اسکی حلاوت وبرکات کو یاد کرتے ہیں۔

جب تک آپ حیات تھے اہل نیانگر کے لئے سرمایہ فخر ونازش رہے، چنانچہ انکے دور میں دینی علوم میں صف اول کی بستیوں میں نیانگر کا شمار تھا۔

آپ ضعف وناتوانی کا شکار ہمیشہ رہے، اچانک بخار کا شدید حملہ ہوا، اور دو ہفتے تک بیمار رہ کر علم وادب ،تقویٰ وطہارت، پرہیزگاری وپارسائی کے پیکر یکم ستمبر ۱۹۷۲ء کی صبح رحلت فرمایا، یہ خبر علاقے میں برق ورعد کی طرح پھیلی اور ہزاروں سوگوار دیدہ نم کے ساتھ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے۔

آپ اس وقت ہماری محفل میں نہیں ہیں، لیکن نیازمندوں کے دل کی آواز آج بھی گونج رہی ہے کہ

اے ہم نفس محفل ما

رفتید مگر نہ از دل ما

۱۱۔حضرت مولانا نصیرالدینؒ صاحب گوری گاواں

ولادت ۱۸۹۰ء ولادت ۱۲ دسمبر ۱۹۶۴ء فاضل کانپور

میرے رفیق درس حضرت مولانا شفیق عالم صاحب بیریلپوری مدظلہ کا حضرت مولانا نصیرالدین صاحب سے ننہالی رشتہ تھا، انہوں نے اس وقت حضرت مولانا سے کچھ ابتدائی کتابیں پڑھی تھی، جب مولانا کی بصارت جاتی رہی تھی، مولانا کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ وہ اس حال میں بھی برجستہ کتابیں پڑھاتے تھے اور طلبہ ان کی جید استعدادی اور قوت حافظہ سے محو حیرت ہوتے۔

حضرت مولانا نے ۱۸۹۰ء کے ارد گرد اس منصۂ شہود پر قدم رکھا، آپ شیخ غیاث الدین منڈل کے چشم و چراغ اور مولانا سید قطب الدین صاحب لکھنوی کے پروردہ اور ادب یافتہ تھے، سند فراغت مدرسہ الٰہیات کانپور، یوپی سے حاصل کیا تھا۔

فراغت کے بعد کچھ سالوں تک ناصری گنج وغیرہ میں تدریسی خدمت انجام دی، اسکے بعد ۱۹۲۳ء میں مادر علمی شمسیہ کے دامن سے وابستہ ہوئے اور آنکھوں میں پانی اتر آنے تک اسی کی خدمت کے لئے وقف ہوگئے، چودہ سال تک پوری پابندی اور انہماک کے ساتھ تعلیمی دیتے رہے اور عہدہ صدر مدرس پر جلوہ فگن رہے، اس عرصہ میں سینکڑوں کی تعداد میں اسے فیض یافتہ علماء تیار ہوئے، جو آج خدمت دین میں مشغول ہیں۔

آپ کوچہ سیاست کے رمز شناس اور اس کے پیچ وخم سے واقف کار تھے، خدمت قوم کا جذبہ دل میں موجزن تھا، چنانچہ ۱۹۳۶ء میں بہار اسمبلی کے انتخابات کے لیے آپ مہگاواں حلقے سے کھڑے ہوئے، آپ کے مدمقابل پروفیسر عبدالباری صاحب کا جھنڈا لہرا رہا تھا، معرکہ امید وبیم میں دونوں حضرات

نے بڑی مستعدی ونشاط کا ثبوت دیا، فلک شگاف نعروں اور مداحی قصیدوں سے علاقہ گونج اٹھا، آپ ابتداء میں بڑی پر امید تھے، برادران وطن اور اقرباء علاقہ سے نا امیدی کی کوئی وجہ بھی نہ تھی، آپکی شخصیت ہر ایک کے سامنے جانی پہچانی تھی، لیکن ریشہ دوانی کے باعث آپ نا کام ہوگئے، اسمیں آپ کو مال ومتاع کا بڑا خسارہ برداشت کرنا پڑا، آپ ممبر اسمبلی منتخب ہوئے تو علاقہ بہاریں لوٹتا اور اہل وطن فیضیاب وسیراب ہوتے اور گھی کا دیا جلاتے لیکن ۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

آپ کا جسم ورزشی تھا آپ کشتی اور لاٹھی کے فنکار استاد تھے، جنبش جسم میں بڑی پھرتی اور لچک تھی لاٹھی گھماتے تو پتھر کی رسائی بھی آپ تک مشکل سے ہو پاتی اور اگر کوئی اس وقت پتھر مارتا تو وہ پتھر لاٹھی سے ٹکرا کر نیچے گر جاتا، مولانا کو نہیں لگتا، اس فن کی شہرت ومقبولیت کے باعث دور دراز سے شائقین اس فن میں مہارت پیدا کرنے آتے، محرم میں اس فن کی نمائش کرتے تو تماشیوں کی بھیڑ لگ جاتی۔

۱۹۳۷ء میں آپ کی بینائی جاتی رہی آپ نے بڑے صبر وشکر کے ساتھ اس عمر کو گزارا، آخر ۱۲/دسمبر ۱۹۹۴ء کو سفر آخرت کا وقت موعود پیش آیا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ایک شمع رہ گئی تھی سد وہ وہ گی خموش ہے۔

۱۲۔میر محفل حضرت مولانا عبدالمجیدؒ صاحب گورگاواں

ولادت ۱۹۱۰ء وفات ۹ نومبر ۱۹۸۳ء فاضل سہرام

’’بابائے قوم، تو دنیا میں بہت گزر رہے ہیں لیکن ہمارے علاقے میں جب یہ نام لیا جاتا ہے تو ایک ایسی شخصیت کا تصور ذہن میں رقص کرنے لگتا ہے جو کلی طور پر اسکے لائق تھے اور دفتری کاغذات میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے، میانہ قد گداز بدن، کھدر کا لباس جو نہایت صاف جس پر کہیں دھبہ یا سلوٹ نہیں، بھاری بھرکم، لیکن نہیں سنگ روح وزندہ دل بلکہ پر مذاق لیکن ظرافت پوری لطافت لیے ہوئے اہل علم حضرات جمع ہوئے تو لطف مجلس کا کیا پوچھنا وہ بلبل کی طرح چہکتے اور اپنے لطائف سے محفل کو زعفران زار بناتے، میں نے ان سے بہتر اور دلچسپ مجلسی گفتگو کرتے ہوئے علاقے میں کسی کو کم پایا ہے، عرصہ تک کی خدمت اور پدرانہ شفقت کی بنا پر وہ حلقہ احباب میں ’’بابائے قوم‘‘ سے پکارے جانے لگے تھے۔

حضرت مولانا نے ۱۹۱۰ء کے ارد گرد آنکھیں کھولی ابتدائی میں شمسیہ کی تیز شعاؤں سے روشنی حاصل کی پھر اعلی تعلیم کے لئے مدرسہ خیریہ نظامیہ ضلع سہسرام تشریف لے گئے، مسند فضیلت حاصل کرنے کے بعد بھاگپور وغیرہ میں مدرس ہوئے ۱۹۳۰ء میں مادر علمی مدرسہ شمسیہ کے خادم تدریس بنے اور پوری عمر اسی کی نوک پلک سنوارنے میں بسر کردی آپ اس شیریں گفتاری سے سمجھاتے کہ طلبہ کو گھنٹہ کے گذرنے کا احساس نہیں ہوتا۔

مسلم ہائی اسکول پرسا ہو یا ملت کالج دونوں کے مشیروں میں آپ کی ذات صف اوّل میں تھی بعض مرتبہ آپ نے ایسی رائے پیش کی کہ کہنہ مشق ومتجرب دانشور کی نگاہ اس گوشے تک نہیں پہنچ سکی، اہل مجلس کو

آپ کی رائے یا تائید کا ہمیشہ انتظار رہتا، عمر کے آخر دو عشروں میں آپ میر مجلس کی حیثیت سے جلوہ فگن رہے چنانچہ ۱۹۷۱ء میں ملت کالج پرسا کا افتتاحی مہتمم بالشان جلسہ ہوا، اس میں پورا علاقہ امنڈ پڑا تھا ،مندوبین میں پروفیسر عبدالمغنی صاحب چیرمین اقلیتی کمیش بہار جناب غلام سرور صاحب وزیر تعلیم بہار جیسے سحر طراز انشاء پرداز اور ادب شناس زعما شریک تھے، اس جلسہ کی صدارت آپ ہی نے کی تھی اور آپ کی نگرانی میں یہ جلسہ کامیابی سے ہمکنار ہوا تھا۔

اسکول وکالج دونوں اداروں کو پروان چڑھانے کے لئے وافر مقدار میں مالیت کی حاجت محسوس ہوئی اسلئے مخلصین وبا اثر سربراہوں کے ایک وفد کی تشکیل کی گئی وہ ہر گاؤں میں مالداروں کی خدمت میں تشریف لے جاتے اور شائستگی سے اچھی رقم وصول فرماتے حضرت مولانا وفد کے میر کارواں ہوتے یہ اپنے لطائف وچاشنی سے شکر گھولتے رہتے اور سفر کو باغ و بہار بنائے رہتے۔

۱۵ر جنوری ۱۹۵۳ء میں اعلی کمیٹی قائم ہوئی تو آپ بھی اس میں ممبر منتخب ہوئے اور اپنے نرالے انداز میں اس کام کو انجام دیا۔

مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ چوراہے پر واقع ہے، پہلو میں بارونق بازار ہے، اسلئے ہر جانب سے آنے جانے والوں کا ہجوم لگا رہتا ہے، لیکن خدا کے حضور میں جبیں سائی کے لئے کوئی خانہ خدا نہیں تھا، طلبہ سلیمانیہ بھی مسجد ومحراب کے لئے ترس رہے تھے۔

آپ اس کی تکمیل کے لئے ضعف ومعذوری کے باوجود ۱۹۷۴ء میں مدرسہ شمسیہ سے سبکدوش ہوکر مسجد سنہولہ کے احاطہ میں کمبل ڈال دیا اور قیام وقعود کی معذوری تک وہیں مقیم رہے، وہ فن تعمیر میں ید طولی رکھتے تھے، آپ نے معمار ومزدور فراہم کیا اور اپنی نگرانی میں مسجد کو تکمیل تک پہنچایا۔

آپ نے لمبی عمر پائی آخیر زمانے میں چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تھے، لیکن آپ کا دل جواں تھا اور ظرافت کی شوخی تیز ہوگئی تھی) ۹ر نومبر ۱۹۸۳ء میں آپ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو اس بزم نشاط

میں سکوت طاری ہوگیا، ہزاروں سوگوار کو کارواں کی طرف امنڈ آئے اور افسردہ دلوں کے ساتھ آپ کو رفیق اعلیٰ کے سپرد کیا۔

ان کی گونا گوں اور منفرد خدمات کی یادگار میں گڈا شہر میں پرشکوہ ''مجیدیہ مسافر خانہ'' تعمیر کیا جارہا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

۱۳۔مفکرِقوم جناب مولوی حبیب عالم صاحب دگھی

ولادت ۱۹۱۰ءوفات ۱۹۸۰ء

آغاز شعور سے آج تک درجنوں امتحان وانٹرویو سے گزرا، اسی نسبت سے ۱۹۸۴ء میں مدرسہ تجویدالقرآن دگھی میں تدریسی انٹرویو کے لئے بندہ حاضر ہواممبروں کی جھرمٹ میں ایک کہن سال بزرگ مسند صدارت پرجلوہ افروز تھے، سروقد کتابی چہرہ جس میں سرخی جھلکتی ہوئی، آنکھیں روشن وفراخ، متبسم بلکہ متکلم پیشانی سے خوداعتمادی اور بلند طالعی نمایاں، لباس شرفاء کا سا سادہ، لیکن حسن مذاق اور نستعلیقی ہرادا سے عیاں، ٹوپی ذرا بلند، جس سے انکی انفرادیت

ٹپکتی جوان کی ذات کا جوہر بن گئی تھی، ہونٹوں میں نفیس پان کی سرخی جومنھ سے جھڑتے ہوئے پھول کی سرخی میں تابانی پیدا کرتی، اشارے اور کنائے سے معلوم ہوا کہ مفکرقوم جناب مولوی حبیب عالم صاحب دگھی ہیں، آپ شیخ موکیری کے چشم وچراغ کوآپ ۱۹۱۰ء اردگرد میں عالم فانی سے روش ناس ہوئےتعلیم متوسطات تک حاسل کی تھی، آپ حافظ صفدرحسین صاحب ہیرواڈیہہ کے شاگردخاص تھے، حالات واعذار نے آپ کوتعلیم کے لئے بیرون علاقہ سفرکرنےنہیں دیا، لیکن آپ بلا کے ذہین تھے، قوی الحافظہ حاضردماغ اورحاضرجواب تھے، زباں میں شیرینی وشگفتہبیانی تھی مجلسوں میں جچے تلےاور پرمغز گفتگوفرماتے، ایک مرتبہ وزیر بہار شری سدانند سنگھ دگھی تشریف لائے، ان کے عہدے اور احترام میں ہرشخص گفتگوکرنے سے لرزتا تھا، لیکن موصوف نے اثناء گفتگو میں کئی مرتبہ وزیرصاحب کو لاجواب کردیا، جس سے وزیرصاحب کو بڑی حیرت ہوئی۔

ان کی زندگی کا بیشتر حصہ کورٹ نوردی میں صرف ہوا تھا، وہ اخیرایام تک اس سے الجھے رہے، اسلئے قانونی پیچ وخم کے رمزشناس ہوگئے تھے بارہاایسا ہوا کہ سند یافتہ وکیلوں نے انکے سامنے سپرڈال دیا۔

نوشتہ نجمی (جوڈاکٹر نجم الدین صاحب گورگاواں مرحوم کی قلمی تحریر کا مجموعہ ہے) میں مرقوم ہے کہ آپ حضرت مولانا رمضان علی صاحب کے دور میں عرصہ تک مدرسہ شمسیہ گورگاواں کے رکن اراکین اور ناظم مدرسہ رہے ہیں اسکے لئے انہوں نے وہ تمام جانی و مالی قربانیاں دی جسکا وہ متقاضی تھا، سبکدوشی کے بعد بھی تاعمر اس سے قلبی لگاؤ رہا، اسکوایثار و ہمدردی سے نوازتے رہے اور اسکی ادنی خدمت کرنا نجات آخرت تصور کرتے رہے۔

۱۹۵۴ء میں آپکی قیادت میں مدرسہ تجوید القرآن دگھی کی سنگ بنیاد ڈالی گئی، آپکی مستعدی و جانبازی سے بہت جلد عالم درجے تک کے مراحل طے کرلیا، اور عظمت وشہرت میں اتنے بلند ہوئے کہ لوگوں کی نظریں اٹھنے لگیں۔

اپنی قوم کی اصلاح وفلاح، نکاح وطلاق، دینی بیداری اور اسکے لئے جذبہ عمل کی ترغیب اور نزاع اور نزاع باہمی کے دوررس فیصلوں کے لئے آپ نے علماء کی قیادت میں انجمن اصلاح المسلمین قائم کیا اور آپ اسکے سربراہ اور سرگرم قائد منتخب ہوئے، مقدمے کی تمام فائلیں آپ کے سامنے پیش ہوتیں، آپ ان پر عقابی نگاہ ڈالتے، ہفتوں تفقد و تحقیق فرماتے پھر دوٹوک فیصلہ فرماتے جن سے فریقین کو ماننے کے سوا چارہ نہیں رہ جاتا۔ آپکی محبوبیت ودلآویزی، وجاہت وبصیرت پوری قوم میں مسلم بلکہ قابل رشک تھی، آپ مؤخر الذکر دونوں عہدوں سے تاحیات منسلک ووابستہ رہے۔

۱۹۸۰ء میں آپ کی روح سعید نے قفص عنصری سے پرواز کی اور علمی وسیاسی بزم میں ایک ایسا خلا چھوڑ گئے جس کا بظاہر عرصہ دراز تک پر ہوتا نظر نہیں آتا، آپکی گونا گوں خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے۔

دردست نہ تیر است نہ دردست کماں است	ان سادگی اوست کہ بسمل دو جہاں است
در مدرسہ از جنبش لعل تو حکایت	در میکدہ از مستی چشم تو نشاں است

۱۴۔مجاہد ملت حضرت مولانا امید علیؒ صاحب نیموں

پیدائش ۱۹۱۵، فاضل......دیو بند

نصف صدی سے علاقہ ایک ایسی نیک سیرت ہستی سے فیض حاصل کررہاہے اورآئندہ امید لگائے بیٹھاہے جنکو دنیا حضرت مولانا امید علی کے اسم گرامی سے یاد کرتی ہے، بلندو بالا قد، خوش رو و وجیہ چہرہ ،دہرابدن، کھلتا ہوا گندمی رنگ، چہرے پر خوبصورت داڑھی، آنکھیں روشن جن سے ذہانت و بلند نگاہی عیاں، کشادہ پیشانی ،سرسے پاؤں تک کھدر میں ملبوس،نفاست ولطافت کی زندہ تصویر ہیں، آپکی آنکھوں نے ۱۹۱۵ء میں پہلی بار بہار دنیا کا نظارہ کیا،اوائل میں آپنے مدرسہ شمسیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا بعد میں ازھر ہند دارالعلوم دیو بند سے تعلیم وتزکیہ نفس کی تکمیل کی ،فراغت کے بعد کئی سال تک مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ کی خدمت فرماتے رہے،اسکی شہرت میں آپکی خدمات کو نمایاں دخل ہے۔

آپ کی بیتاب طبیعت شروع ہی سے اس بات کے لئے مضطرب تھی کہ اپنے گاؤں کے اطراف میں کوئی معیاری درسگاہ قائم ہو اور تشنگان علوم نبوی اس سے سیرابی حاصل کریں،اس خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خردسانکھی کی کھلی فضا میں مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی اور خود مدرس ومنتظم کی حیثیت سے عرصہ تک بحال رہے،کئی درسگاہیں تعمیر کروائی ، چہار جانب احاطہ بنوایا اور تعلیم وتربیت کا وہ نمونہ پیش کیا کہ لوگ دنگ رہ گئے ،طلبہ کی کشش کا یہ عالم تھا کہ دمکا تک کے پروانہ نبوی اس شمع کے گرد جمع ہو گئے تھے، اس مدرسے میں ایک عرصہ تک آپکا طوطی بولتا رہا، بعد میں مدرسہ چشمک اور نزاع باہمی کا شکار ہو گیا جس سے مجبور ہو کر آپ مدرسی سے سبکدوش ہو گئے۔

بسنترائے کی عیدگاہ علاقے کی سب سے بڑی عیدگاہ ہے ۱۹۷۹ء میں اسکی احاطہ بندی کا پروگرام بنایا تو فساد پسند عناصر نے اسمیں رخنہ اندازی کی بھرپور کوشش کی ،مقدمہ دائر کیا، پولس افسران کی

بار بار آمد ہوئی، حضرت مولانا نے ہر موقع پر اپنی سیاسی بصیرت اور علمی جوہر سے مسلمانوں کو مستفید فرمایا، اعلی افسران سے رودرروگفتگوکی واضح الفاظ میں مصالح ومضرات پر روشنی ڈالی اورافسروں کوشرارت کرنے سے بازرکھا، آپکی سرپرستی میں کثیر تعداد مسلمان جمع ہوئے اورصرف ایک ہفتہ میں تقریباڈیڑھ بیگھہ طویل وعریض پختہ احاطہ تعمیر کروایا، اس وقت آپکازورخطابت، جذبہ انگریز ترغیب اورخلوص ولگن دیکھنے کے قابل تھا۔

پرسا اسکول اورملت کالج کے تعاون اورمشوروں میں بھی آپ نے کلیدی کردار ادا کیا ہے اور ہمیشہ ان دونوں اداروں کے سرگرم ومتحرک رکن وممبر رہے ہیں۔ اعلی کمیٹی کی تحریک میں آپکا کمال ثریا سے باتیں کرتا نظر آتا ہے، ہرجگہ بیدار مغزی اور حاضر دماغی کھل کرسامنے آتی ہے، بڑے بڑے صاحب فضل وکمال، کہنہ مشق ومرد میداں کی جھرمٹ میں کمیٹی کی صدارت کے لئے آپکاانتخاب ہوتا ہے، آپ اعلی کمیٹی کی ہرمجلس کے امیر اورکرسی صدارت پرجلوہ افروزنظر آتے ہیں، اتنی ہمہ گیر کمیٹی کا صدر ہونا آپکی انتظامی صلاحیت کی شہادت وسند ہے۔ ۱۹۸۳ء میں استاذ الاساتذہ حضرات مولانا عبدالمجید صاحب گورگاواں رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں مجیک یہ مسافرخانہ گڈا کی تعمیر کا فیصلہ ہواتو تمام اہل دانش کی متجس نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھی، انکارواصرار کے باوجود آپکوصدرمنتخب کیا، آپ نے اتنی تیز رفتاری اورسرعت سے مالی فراہمی کا کام انجام دیا کی مختصر سے عرصے میں وسط شہر میں ڈیڑھ لاکھ روپئے کی زمین خریدی اوروسیع وعریض تین منزلہ عمارت تعمیر کرنے کے لئے بنیاد ڈال دی اورابھی جلد تکمیل کی فکر فرمارہے ہیں۔

ہمہ جہت خدمات کے پیش نظر آپکو یہ شعر گنگنانے کا بجاطور پرحق حاصل ہے۔

گلوں پہ شبنم، فضا میں جگنو، فلک پہ خورشید وماہ وانجم
کہاں نہیں ہیں ہمارے آنسو کسی کا دامن بچا نہیں ہے

۱۵۔رہبرملت حضرت مولانا انورعلی صاحب نیموںؒ

ولادت ۱۹۲۰ءتقریباً فاضل......دیوبند

مدرسہ اسلامیہ خردسانکھی کے عظیم الشان جلسے میں ۱۹۸۰ء میں میری شرکت ہوئی،ایک دیرینہ سال،ملکی صفت بزرگ نے مجھ سے پرتپاک مصافحہ اورمعانقہ کیا،انکا انداز بتلاتا تھا کہ وہ ناچیز کو پہلے سے جانتے اورپہچانتے ہیں،مشیخت کے وسط منزل میں،کشیدہ قامت،لحیم شحیم بدن،گورارنگ،آنکھیں فراخ اورروشن لیکن حلقے پڑے ہوئے جوکثرت مطالعہ اورشب بیداری کی غمازی کرتے،لباس اتر پردیسی صلحا کاسا،درازکرتا،لنگی قدرے اونچی،ٹھہرٹھہرکرگفتگوفرماتے جس میں یگانگت وخلوص کی جھلکیاں،میرے ہمزلف ماسٹرمحمد زبیرصاحب بگھا کول نے گوشۂ چشم سے اشارہ کیا کہ یہی مشہورعلاقہ حضرت مولانا انورعلی صاحب نیمواں ہیں۔

آپ نے غالباً ۱۹۲۰ء میں اس سرزمین کوزینت بخشا،آپ مدرسہ شمسیہ کے ماءطہورسے سیراب اوراسکے مئے ناب سے فیض یافتہ ہیں،تکمیل وتجرازھرہند دارالعلوم دیوبند سے فرمائی،مدرسہ اسلامیہ خردسانکھی آپکے ذوق وشوق،محنت وجانکاہی اورآگاہی وآشنائی کا ثمرہ ہے۔

آپ عرصہ ز تک اسکے روح رواں اورکامیاب استادرہے ہیں،آپکے تدریسی زمانے میں اسکی شہرت دمکا اوراسکے اطراف تک متجاوزتھی،وہاں کے باصلاحیت طلبہ آتے اورآپسے استفادہ کرتے،بعدمیں آپسی تلخی اوربے سروپاافواہوں سے متاثرہوکرمدرسے سے سبکدوش ہوگئے،آج بھی مدرسہ کی درودیوار سے صداآتی ہے۔

ذراعمر رفتہ کوآوازدینا

بسنترائے کے گردونواح میں آپ اور مولانا امید علی صاحب دیوبندی مشرب کے پہلے فاضلوں میں سے ہیں، اس اطراف میں بدعات کا سایہ گہرا ہوتا جارہا تھا، کئی بستیاں بری طرح اسکے لپیٹ میں آچکی تھیں ،آپکے منارہ نور سے رسوم کی شب دیجور میں بڑی مدد ملی، آپ رسوم وبدعات کے لئے شمسیر براں اور تیغ آبدار ہیں ،رسم ورواج کو دیکھتے ہی فوراً ٹوکتے ہیں اور اصلاح فرماتے ہیں ،یہ اصلاحی ذوق آج بھی پوری تابانی کے ساتھ موصوف میں موجود ہے۔ہائی اسکول پرسا اور ملت کالج کے لئے آپ سرگرم مبلغ اور مجلس داعی رہے ہیں، اسکی مالی فراہمی اور مشوروں میں آپکا حصہ کسی سے کم نہیں رہا ہے۔اعلی کمیٹی کے روشن اوراق پر بھی آپکا اسم گرامی بحثیت صدر تپہ بائزکوپ آج بھی دمک رہا ہے اور آپکی وسعت ظرفی اور علم وآگہی کی شہادت پیش کررہے ہیں۔

حضرت مولانا اصغر حسین صاحب شاہپوری کے وصال کے بعد غالبا ۱۹۵۰ء سے آپ عیدگاہ بسنترائے کے امام منتخب ہوئے ہیں، آپ اس عظیم عیدگاہ کے شایان شان اور زینت بخش امام ہیں، آپ اپنی پرجوش خطابت میں دینی حمیت اور ملی بصیرت پیش کرتے ہیں۔

۱۹۷۹ء میں عیدگاہ بسنترائے کی احاطہ بندی کرنے میں انتشار پسند عناصر سدراہ بنے، اس وقت آپنے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی ان میں دینی حمیت کی روح پھونکی اور شعار دین کی حفاظت کے لئے سدسکندری بننے کی ترغیب دی اور احاطہ کی تکمیل تک آپ اسپر لگے رہے۔ابھی مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ،مدرسہ اسلامیہ خردسانکھی، مدرسہ چشمئہ فیضان جامعہ انوار الاسلام جگت پور کے خصوصی سرپرستوں میں سے ہیں بلکہ انوار الاسلام جگت پور تو آپ ہی کی یادگار مدرسہ ہے۔

گوناگوں اور منفرد خدمات کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ

زیر قدمت ہزار جاں است

۱۶۔خطیب عصر حضرت مولانا اختر حسینؒ صاحب شری چک

ولادت ۱۹۳۸ءتقریبا......فاضل دیو بند ۱۹۵۸ء

طلاقت لسانی، زور خطابت اور شیریں کلامی کی مسند صدارت پر اگر کوئی شہباز علاقہ جلوہ افروز ہوسکتا ہے تو وہ حضرت مولانا اختر حسین صاحب کی ذات گرامی ہے، علاقے میں کوئی جلسہ ہو یا کانفرنس حضرت کو ضرور دعوت خطابت دی جاتی ہے، آپ کی سحر آفریں تقریر سے ایک سماں بندھ جاتا ہے اور سامعین کا دل اچھلنے لگتا ہے اور ''ہل من مزید'' کی صدائیں آنے لگتی ہیں، انکی تقریر کا اعلان سنکر لوگ اپنے گھروں سے نکل آتے ہیں۔

نہ جانے کیا کشش ہے اختؔر تری شبستاں میں
کہ ہم شام آودھ صبح بنارس چھوڑ آئے ہیں

آپکا اصل میدان خدمت صوبہ بنگال رہا ہے، آپ غالبا ۱۹۶۵ء میں مرشدآباد بنگال میں پہنچے تو وہاں کی فضا بریلویت سے مسموم تھی اور عوام بدعات کی دلدل میں پھسے ہوئے تھے، آپنے پوری حکمت عملی سے انکا قلع قمع کیا اور مسلمانوں کے قلوب میں اتباع سنت کی تخم ریزی کی اور الحمدللہ وہ بارآور ہوئی، اس وقت آپ وہاں کے رہبر کامل سمجھے جاتے ہیں، وہاں کے لوگ آپکے فضل وکمال کے معترف اور خدمات جلیلہ کے دلدادہ اور گرویدہ ہیں۔

آپ مدرسہ اسلامیہ ضلع مرشدباد کے صدر مدرس اور استاذ حدیث ہیں، طلبہ آپ کے انداز بیاں سے بہت مطمئن اور آپ کے علمی شہ پاروں کے گرویدہ ہیں، مطالب احادیث میں نکتہ آفرینی کی شان آپ کا طرکرہ امتیاز ہے جو خال خال اساتذہ میں پائی جاتی ہے۔ آپ ناظم اعلی کمیٹی حضرت مولانا خلیل

الرحمٰن صاحب شری چک کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

آ پکی ساخت وپرداخت انہیں کی نگرانی وسرپرستی میں ہوئی ہے،فطری ذوق وذہانت کے ساتھ اس تربیت نے آ پکو دوآتشہ بنادیااورتراشیدہ ہیرے کی طرح چمکادیا،۱۹۵۸ء میں آ پنے کارالعلوم دیوبند سے سندفراغت حاصل کی اور مسلسل درس ومطالعہ کی وجہ سے آپ اس وقت علاقے میں یکتائے روزگار علماء میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۷۔مفکرملت حضرت مولانا یار محمدؒ صاحب مرغیا چک

پیدائش ۱۹۴۰ء......فاضل شمسی

عقل وخرد ،فہم وفراست اورذکاوت وذہانت کی توانائی ہوتوہرجگہ وہ اپنارنگ دکھلاتی ہے اوراپنالوہامنوائے بغیرنہیں رہتی ، وہ ہر بزم میں نمایاں اور ہرمحفل میں شمع فروزاں نظرآتے ہیں۔حضرت مولانایارمحمدصاحب کااسم گرامی ایسی ہی ذات کے لئے موسوم ہے،آپ دونوں آنکھوں سے معذورہیں لیکن حدیث وتفسیر،فقہ وادب اورنحووصرف میں اتنی مہارت ہے کہ علاقے میں آپکا ثانی نظرنہیں آتا،متوسط درجات کی مروجہ کتب کی عبارت آپکوحفظ یادہے،طلبہ باب کاابتدائی حصہ پڑھناشروع کرتے ہیں تو آپ پورے باب کوزبانی پڑھ جاتے ہیں اوراسکامعنی ومفہوم اس طرح شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ جیسے کھلی کتاب آپکے سامنے ہو،۲۶ جلائی ۱۹۹۰ء میں احقرمدرسہ سلیمانیہ سنہولہ حاضرہواتو مولاناکے درس میں بیٹھ کرخصوصی طورپراس بات کونوٹ کیاکہ واقعی آپ عبارتوں کے حافظ اوراسکے تفاصیل کے ماہرہیں۔

اس سفرمیں میں نے علاقے کے متعددعلماء کواپنامسودہ دکھایا،لیکن کسی نے تنقیدوتبصرہ نہیں کیا،لیکن جب مولاناکے سامنے پیش کیاتوانہوں نے اس پراستادانہ وفنکارانہ جرح قدح کی ،جس کی وجہ سے مجھے کئی جگہ قلم پھیرناپڑااورناچیز کومولانا کالوہامان لیناپڑا،دل یہ چاہتاتھاکہ اپنی پوری کتاب کی اصلاح لوں اورمولاناکے سامنے ایک ایک حرف پڑھ کرتسلی کرلوں لیکن افسوس کہ فرصت ملاقات طویل نہ ہوسکی جسکامجھے آج بھی قلق ہے

حیف درچشم زدن صحبت یارآخرشد

روئے گل سیرندیدم بہارآخرشد

''علم نابینا''،جوخاص قسم کا کاغذچھوکر پڑھتے ہیں اسمیں بھی آپنے مہارت حاصل کی ہے اورکاغذچھوکرروانی کےساتھ کتاب پڑھ لیتے ہیں۔

آپ۱۹۷۲ء سے اب تک مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ ہاٹ میں استاذعربی ہیں اور بہت اچھے انداز میں اسکونبھار ہے ہیں اورمدرسے کے ہرکام میں برابر کےشریک رہتے ہیں۔

آپ اتباع سنت کے رسیااورطرز اسلاف کے عاشق ہیں،آپکی وضع قطع،نشست وبرخاست اورکلام وگفتگو سے سنت تبوی کی جھلکیاں نمایاں ہوتی ہیں اوراسکی اشاعت کے لئے آپ تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی سہ روزہ اور چلہ میں وقت دیتے ہیں۔

آپ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے،والدصاحب کانام بہاءالدین عرف بھگلی تھا،ابتدائی طور پرآپنے جناب مولوی عبدالرؤف صاحب گونی مرغیا چک کے پاس زانوئےتلمیذ طے کیا،یہ وہی استاذ ہیں جنکے آغوش کا احقر بھی پروردہ ہے،بعدمیں مدرسہ شمس الہدی پٹنہ سے فاصل کی سندلی،آپ فاضل شمسی ہونے کے باوجود بہت سے فاضل دیوبند پر بھاری ہیں۔اللہ کرے حسن رقم اورزیادہ۔

۱۸۔استاذ محترم ولی کامل حضرت مولانا سہراب صاحب بھوراخاب

ولادت ۱۹۳۸ءتقریباً......فاضل دیوبند۱۹۵۸ء

۱۹۶۰ء میں راقم السطور نے مدرسہ امدادالعلوم اٹکی ضلع رانچی میں داخلہ لیا تو ایک ایسے ملکی صفت استاذ کے سامنے زانوئے تلمیذ طے کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جنکی شرافتِ نفس،تقویٰ وتقدس اور علم وفن کی پختگی کی صدائے بازگشت ہر جا سنائی دیتی تھی ،آپ خاموش طبع اور کم گو واقع ہوئے ہیں ،لیکن جو جملہ آپکے کام دہن سے نکلتا ہے وہ بہت جچا تلا اور تجربات کا نچوڑ ہوتا ہے،کسی مجلس میں آپ بیٹھتے ہیں تو آپ کی رائے حرف آخر ہوتی ہے،ہم سب طلبہ سب سے زیادہ آپ کی یادداشت اور طرز افہام سے متاثر تھے،آپ جس سبق کو پڑھادیتے وہ ذہن نشیں ہوجاتا،اسلئے ہم کمزور طلبہ ہمیشہ دست بدعاء رہتے کہ ہماری کتابیں آپکے زیر درس ہوں۔

رانچی میں کچھ سال خدمت انجام دینے کے بعد آپ مدرسہ مطلع العلوم بالومات ضلع پلاموں میں صدر مدرس ہوگئے ،وہاں حالات اتنے سازگار نہیں تھے لیکن اپنی انتظامی صلاحیت زور خطابت اور سب سے بڑھ کر خلوص کی جوہر سے لوگوں کو متاثر کیا اور بہت جلد عربی چہارم تک کا انتظام فرمالیا،آپ وہاں دس سال تک بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدرسہ کو بام عروج پر پہنچاتے رہے ،اسی گوناگوں صلاحیتوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں گجرات کے ایک مئوقر دارالعلوم میں خدمت کی دعوت دیتے ہوئے میں نے حضرت مولانا کو لکھا تھا کہ اگر آپ بہار سے باہر اتر پردیش یا گجرات تشریف لے آئیں تو آپ بہت جلد استاد حدیث کے زینے تک رسائی فرماسکتے ہیں،لیکن افسوس کہ اس

آرزو کی تکمیل نہ ہوسکی بلکہ گھریلو ضروریات کی بناء پر وہ بالو مات بھی چھوڑ آئے اور دولتخانہ کے قریب مدرسہ سلیمانیہ سنہولہ میں ڈیرہ ڈال دیا،اس ترقی معکوس سے اس نیاز مند کو جو قلق ہوا وہ نوک قلم کی وضاحت سے بالاتر ہے۔

اس مدرسے میں غالبًا پانچ سال تک خدمت انجام دی لیکن وسائل کی کمیابی اور معاون کی بے توجہی سے آپنے اسکوترک کردیا اور گاؤں کے درس عالیہ مدرسے میں صدر مدرس ہوگئے ، یہاں تنخواہ کی فراوانی یقیناً ہوئی لیکن درس عالیہ نے اس در یتیم کو اپنے گدلے پن میں اس طرح پوشیدہ کرلیا کہ آپکی ذہانت وعبقریت ،تفوق و برتری اور دل آویزی و دلربائی مرجھا کر رہ گئی ،اس جوہر شب چراغ کے ضائع ہونے پر آج بھی اس نیاز مند کو حسرت ہے،حضرت استاذ محترم سے معذرت کے ساتھ

یک حرف کاش کے ست کہ صد جا نوشتۂ یم

۱۹۔استاذ محترم حضرت قاضی مولانا سعید احمد صاحبؒ کرہریا

ولادت ۱۹۳۶ء تقریباً......فاضل دیوبند ۱۹۵۶ء

میرے علاقائی اساتذہ میں سے چار استاذ قابل ذکر ہیں (۱) حضرت مولوی عبدالرؤف صاحب گونی مرغیا چک ،(۲) حضرت مولانا ابوالحسن صاحب سرمت پوری مقیم حال شہر بھاگلپور شیخ الحدیث دارالعلوم مائلی والا بھروچ گجرات (۳)حضرت مولانا سہراب صاحب بھوراخاب ،(۴)اور حضرت مولانا سعید احمد صاحب کرہریا، ہرایک کی تربیت نے مختلف زاویئے سے میری تراش خراش کی اور ہرایک اہمیت کے حامل ہیں لیکن ان سب میں مولانا سعید احمد صاحب کی ذرہ نوازی لائق شکرگزاری ہے کیونکہ میں اپنے گاؤں میں بے دست و پا تھا، بیرونی دنیا سے بالکل بے خبر تھا اور عمر کی اس منزل میں تیا کہ کسی کی انگلی پکڑے بغیر ضائع ہونے کا زبردست خطرہ تھا،حضرت مولانا نے اس دیہات سے اٹھا کر مدرسہ امدادالعلوم اٹکی میں امدادی داخلہ سے نوازا، عاجز کی انگلی پکڑکر میدان علم کا سفر طے کروایا، اگر وہ یہ عنایت نہ کرتے تو ممکن تھا کہ دیگر بچوں کی طرح میں بھی ضائع ہوجاتا، اسلئے مولانا کے لئے ؎

ہر مو میرے بدن میں زبان سپاس ہے

حضرت مولانا وہاں صدر مدرس کے عہدہ پرفائز تھے اوراپنی انتظامی صلاحیت کی وجہ سے مقبول اور ہردلعزیل ہوگئے تھے ،مولانا کے سوزودرد۔محنت ولگن کی وجہ سے مدرسہ عربی سوم تک ترقی کرگیا تھا اور دوردراز کے طلبہ اس سے مستفید ہورہے تھے،تقریباً دس سال تک آپ اس مدرسے کے شہ نشین رہے۔

اسکے بعد مولانا امارت شرعیہ بہار پھلواری شریف پٹنہ سے منسلک ہو گئے آپ ابتدائی کچھ سالوں تک امارت شرعیہ کی شاخ واقع رانچی میں خدمت انجام دیتے رہے، بعد میں مرکزی امارت شرعیہ پھلواری شریف تشریف لے آئے اور آج تک وہیں ہیں، اس وقت آپ نائب قاضی کی مسند پر جلوہ افروز ہیں۔

۱۹۸۹ء میں بھاگلپور میں زبردست فساد ہوا ہندوؤں کے جس گاؤں میں مسلمانوں کی آبادی بہت کم تھی اور قتل وغارت کا خطرہ لاحق تھا وہ لوگ بھاگ کر مسلمانوں کی کثیر آبادی گاؤں میں منتقل ہو گئے، امارت شرعیہ نے مہاجرین کو مکان تعمیر کر کے دینے اور سامان خورد ونوش تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا اور مولانا سعید احمد صاحب کو اسکا نگران متعین فرمایا، مولانا نے اپنی خداداد صلاحیت کی بناء پر ہزاروں مہاجرین میں غلہ اور کپڑا تقسیم کیا اور شری چک، کاٹھ بنگاؤں اور بھاگلپور شہر کے گرد ونواح میں مکان تعمیر کروا کر دیا، اس موقع پر مولانا کی انتظامی صلاحیت کھل کر سامنے آئی اور لوگ انکے فکر و تدبر سے عش عش کرنے لگے ؎

نکلے وہ نغمے جن سے روح کو وجد آ گیا

۲۰۔مفکرقوم حضرت مولانا نثاراحمد کیفیؒ صاحب گورگاواں

ولادت ۲دسمبر ۱۹۳۶ء......فاضل شمسی ۱۹۵۶ءو P.H.D.

میں مکتب سے فراغت کے بعد ۱۹۶۰ء میں داخلے کے لئے والدصاحب مرحوم کی معیت میں مدرسہ شمسیہ گورگاواں حاضر ہوا، والدصاحب نے مجھے ایک جواں سال صدرمدرس کے سامنے پیش کیا جواپنی لیاقت وخدافت کالوہامنوا کرابھی ابھی عہدہ صدارت کوزینت بخشتا تھا، بلندوبالاقد، کھلتا ہواسنولا رنگ ،کتابی چہرہ ،چوڑی پیشانی ،فراخ وروشن آنکھیں ،ہراد امیں نستعلیقی ودلاویزی ،گفتگومیں محاورات وادب کی جھلکیاں ،کلام میں چاشنی وشگفتگی،عمر کے لحاظ سے طلبہ میں سے ایک معلوم ہوتے لیکن کہنہ سال بزرگوں کوبھی انکااحترام ولحاظ کرتے دیکھا،طلبہ کی سرگوشیوں سے معلوم ہواکہ یہ ہمائے علم وادب حضرت مولانانثاراحمد کیفی ہیں،آپ قطب علاقہ حضرت مولانارمضان علی کے چشم وچراغ ہیں،آپ کی پیدائش ۲دسمبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی ،آپنے متوسطات تک کی تعلیم شمسیہ گورگاواں ہی سے حاصل کی ،فضیلت کی سندمئوقرادارہ مدرسہ عزیزیہ بہارشریف سے حاصل کی ،دکتوریت کے لئے حضرت طارق ابن زیاداورحضرت موسی ابن نصیررحمۃ اللہ علیہ فاتح اندلس کی مجاہدانہ کوششوں پرمحققانہ مقالہ لکھااورنمایاں نمبرات سے کامیابی حاصل کی ،یہ ڈگری اس زمانے میں اس علاقے کے لئے عنقاءتھی ،بہت کم خوش نصیب اسکی آرزوکرسکنتے تھے ،پہلی مرتبہ مولاناہی کے ادب نوازقلم کے طفیل اھل علاقہ کواسکانیاز حاصل ہوسکا،آپکی طبیعت چاہتی تھی کہ مزیددولت علم سے مالامال ہوں لیکن حالات نے اسکی اجازت نہیں دی اورمجبوراًوالدصاحب کی نیابت کے لئے آمادہ ہوناپڑا،آپنے بڑی خوش اسلوبی سے اس خالی مقام کوپرفرمایا بلکہ یوماًفیوماًاسکوترقی دیتے رہے،آپ ہی کے زمانۂ صدارت میں مدرسہ

شمسیہ مولوی سے فاضل تک بورڈ سے منظور ہوااور اسکوامتحانات کے لئے سینٹر بننے کی فضیلت حاصل ہوئی جواس وقت کسی کسی سعید بخت ادارے کے حصے میں آتی تھی۔

آپ کی تگ ودواور مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں سعودی عرب کا خطیر عطیہ حاصل ہوا،اس وقت آپنے اپنی صناعی وفنکاری کا مظاہرہ فرمایااور چوکور، دیدہ زیب ، پرشکوہ اور پختہ بلڈنگ تعمیر کروایا۔ باہر سے آنے والے کی پہلی نگاہ اس منارہ نور پر پڑتی ہےاور تعمیر ومعمار کے لئے دل سے دعاءنکلتی ہے۔

یارب ایں تعمیر محکم تاابد معمور باد

چشم بداز دامن جاہ وجلالش دور باد

آپکی بلندنگاہی اورتجربات کی قدردانی کرتے ہوئے ۱۹۷۳ء میں مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ نے آپکواپنا ممبر منتخب فرمایا۔آپنے اس زمانے میں علاقے میں تقریباًڈیڑھ سومدرسے ایجوکیشن بورڈ سے منظور کروایا تاکہ گاؤں گاؤں میں درس عالیہ کا مدرسہ قائم ہوجائے اوراھل علم کی ملازمت کی سبیل زیادہ سے زیادہ نکل آئے۔آپ تین سال تک ممبری کے عہدے پر فائز رہے اورالحمدللہ اس ساعت سے اچھافائدہ اٹھایا۔

ابھی تک آپ مدرسہ شمسیہ میں ہی خدمت انجام دے رہے ہیں اورعلاقے کے رفاہی کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

۲۱۔مفکر ملت حضرت مولانا علاؤالدین صاحبؒ دگھی

ولادت یکم مارچ ۱۹۳۱ء......فاضل عزیزیہ بہار شریف ۱۹۵۲ء

۱۹۷۴ء میں میں گجرات سے واپس آیا تو مدرسہ حسینیہ دگھی میں میری مدرسی کے سب سے زیادہ خواہشمند اور سرگرم داعی حضرت مولانا علاؤالدین صاحب تھے ،انہوں نے مجھے تدریسی خدمات کی دعوت کی ،مدرس رکھا اور ایک سال تک اپنی بساط سے زیادہ خدمت کی ، اس دوران مجھے مولانا کو ہر زاوئے سے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ،میرے لئے سب سے زیادہ متأثر کن انکی یہ ادا تھی کہ وہ مدرسہ کی کوئی چیز بھی استعمال میں نہیں لاتے ،کبھی کبھار ہمارے ساتھ مدرسے میں کھانے کی ضرورت محسوس کرتے تو پہلے اپنے گھر سے کھانا منگوا لیتے تب ہمارے ساتھ کھانا کھاتے زندگی بھر یہ تورع واحتیاط کوکھیل نہیں ہے ، اچھے اچھے پاسا بھی کبھی کبھار بے احتیاطی کرجاتے ہیں لیکن مولانا کو اپنے معمول پر بہت کاربند پایا۔

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

اس مدرسے کے صدر اور سکریٹری ہمیشہ دوسرے حضرات رہے ہیں اور غالباً ۱۹۷۸ء تک صدر مدرس بھی دوسرے حضرات ہی رہے ہیں لیکن مدرسے کا پورا انتظام واہتمام خود کرتے ہیں اور آمد وخرچ کا پورا حساب حضرت مولانا ہی رکھتے ہیں اور انہیں کے اشارے سے سارا کام ہوتا ہے ،۱۹۵۷ء سے آج تک آپ ہی اسکی روح رواں ہیں ،آپکی سربراہی میں مدرسہ فوقانیہ سے لیکر فاضل کلاس تک مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے منظور ہوا۔اس سہولت کی بنا پر دگھی اور گردونواح کے بہت سے طلبہ نے آسانی کے ساتھ فاضل پاس کیا اور ابھی برسر روزگار ہیں۔

آپ نے پہلے مدرسہ تجوید القرآن کا پرانا قیامگاہ تعمیر کروایا، بڑی کوشش کے بعد رابطہ عالم اسلامی سعودی عربیہ سے ایک خطیر رقم حاصل کی اور اگیارہ کمروں پر مشتمل پائدار وخوشنما بلڈنگ تعمیر کروایا، میں نے دیکھا کہ مولانا ہمہ وقت اسکی نگرانی میں جٹے رہتے ہیں اور ہر وقت اسی کی دھن لگی رہتی ہے۔نکاح ،طلاق معاملات اورنزاع باہمی کے فیصلے اور برادری کے اصلاح کے لئے انجمن اسلامیہ قائم کی گئی اسکے قائم کرنے میں بھی آپ کا سوز دروں اور خون جگر شامل ہے ،آپ ۱۹۵۸ء سے اسکی کرسی نظامت پر سایہ فگن ہیں، میں نے دیکھا کہ بڑی تحقیق تفتیش، ذہانت وتدبیر کے ساتھ آپ اسکا فیصلہ فرماتے ہیں اور پورے طور پر شریعت کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابھی آپ اسکے صدر اعلی ہیں ،آپ میں تنظیمی اور سیاسی صلاحیت بہت نمایاں ہے، آپ نے جذبۂ خدمت ،صفائی معاملات خلوص بیکراں اوران سے بڑھ کر حمیت دینی اور غیرت اسلامی کا وہ جوہر پایا ہے کہ اپنی پوری برادری میں سر بلند اور سرمایۂ نازش ہیں۔ ؎

ترے قدم کی گلکاری بیاں سے چمن تک ہے

۲۲۔ میرے چھوٹے ابا حضرت مولانا اشفاق صاحبؒ گورگاواں

ولادت یکم جنوری ۱۹۳۵ء......فاضل شمسی ۱۹۵۳ء

جب کبھی چھوٹے ابا کا نام زباں پر آتا ہے تو منہ میں پانی بھر آتا ہے اور شفقت و محبت کے لطف سے باریاب ہوتا ہوں۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا

کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

آپ اور ڈاکٹر نجم الدین صاحب گورگاواں ہی کی نظر کرم ہے کہ یہ بے مایہ علماء اور دانشوروں کی تاریخی جھلکیوں کا تحفہ اہل علاقہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرر ہا ہے، آپ نے مجھے تاریخی ذخیرے کے عظیم حصے سے روشناس کرایا۔قدم قدم پر رہنمائی کی اور سوالات کے تشفی بخش جوابات سے نوازا اور آج تک ہمت افزائی فرمار ہے ہیں۔

حضرت مولانا اشفاق صاحب میرے والد صاحب کے خلیرے بھائی ہیں اسلئے وہ ہمیشہ مجھے فرزندارجمند سے یاد کرتے ہیں اور میں انکو ابا جان سے پکارتا ہوں۔

آپنے ابتدائی تعلیم مدرسہ شمسیہ سے حاصل کی اور بعد میں شمس الہدی پٹنہ سے سند فضیلت حاصل کی ،فراغت کے فوراً بعد مادر علمی مدرسہ شمسیہ گورگاواں سے منسلک ہوگئے اور آج تک اسی کی نوک پلک سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں، ابھی آپ اسمیں استاذ حدیث ہیں۔

آپ ایک زمانے سے عیدگاہ خیرہ ٹیکر کے امام چلے آرہے ہیں، کئی بستی کے لوگ آپکی امامت میں نماز عید ادا کرتے ہیں، آپ علاقے کے بہت سے تنظیمی کاموں میں بھی دلچسپی لیتے ہیں۔اسلاف کے اٹھ جانے کے بعد ابا جی ہی مدرسہ میں بقیہ السلف، امین بزرگاں اور پیشواؤں کی یادگار ہیں

۲۳۔شاعراسلام حضرت مولا ناعبدالحمید صاحب بربلپوری دامت برکاتہم

ولادت ۳۰دسمبر ۱۹۴۷ء......فاضل دیوبند ۱۹۷۰ء

حضرت مولا ناعبدالحمید صاحب بربلپوری عربی اول سے لیکر دورہ حدیث تک کے میرے کلاس فیلو ہیں ،مدرسہ امدادالعلوم اٹکی رانچی ،مدرسہ اعزازیہ پتھنہ بھاگلپور، اور دارالعلوم دیوبند میں ساتھ رہے ہیں یہ ہمارے درجے میں ذہین وفہیم طالب علم شمار کئے جاتے تھے ۔انکاعلم پختہ اورمطالعہ وسیع تھااس لئے فراغت کے بعدہی مدرسہ گلزارحسینہ اجراڑہ ضلع میرٹھ یو۔پی ۔میں استاذعربی کے لئے منتخب ہوئے منتخب ہوگئے اورچند ہی دنوں میں مولانا نے شگفتہ بیانی،نکتہ سنجی اورنکتہ آفرینی میں نام پیدا کرلیااورایک مئوقراستاذ کی حیثیت سے جانے پہچانے جانے لگے۔

آپ نے تقریباًچھ سال تک اس گلشن کی ابیاری کی ۱۹۷۷ء میں مدرسہ شمسیہ گورگاواں کی جانب سے استادحدیث کی پیشکش کی گئی ،اسمیں بلنددرجات اورتنخواں کی فراوانی کے ساتھ اہل وطن کی خدمت کاشرف عظیم تھا،اسلئے آپ نے اس دعوت کوقبولیت سےنوازاورشمسیہ کے لئے وقف عام ہوگئے۔

آپ اس وقت پورے علاقے میں اونچے علماء میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ سینپورسے آپکوقلبی لگاؤہے ،خوش قسمتی سے مولاناادریس صاحب کیواں مہتمم مدرسہ ھذاآپکاشاگرداورپروردہ ہیں اسلئے مدرسے کاتعلیمی ڈھانچہ آپ ہی کے مشورے سے تیارکیاجاتاہے ،رات میں آپ مدرسہ اسلامیہ سینپورمیں قیام فرماتے ہیں اوراونچے درجے کی مشکل کتابیں طلبہ کوپڑھاتے ہیں۔

آپ قادرالکلام شاعر بھی ہیں ،نعت ،غزل ،نظم اور قصیدوں کا ایک بڑا مجموعہ آپکا تخلیقی شاہکار ہے،آپ وجد میں آدرزمزمہ سنج ہوتے ہیں تو محفل میں ایک سماں بندھ جا تا ہے ،پوربی زبان میں آپکی نعت رسول تو زبان زدعوام ہوگیا،اور ہر بزم میں اسکے پڑھنے کی فرمائش کی جاتی ہے ،علاقے میں آپکے ورود سے قبل مجلس مشاعرہ کا کوئی تصور نہیں تھالیکن جب آپ علاقے میں رہنے لگے،تو اس انجمن میں ایک نئی روح پھونک دی اور ہر جگہ بلبلان خوش نوا چہکنے اور گنگنانے لگے،آپکی سرپرستی میں علاقے میں کئی مقتدر شعراء تیار ہوئے جنکا مجموعہ کلام شائع ہوکر مقبول عام ہوا۔

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

۲۴۔پاسبان قوم

حضرت مہتمم مولانا ادریس صاحب کیواں دامت برکاتہم

ولادت ۱۹۶۰ء......فاضل مظاہرالعلوم سہارنپور

۱۹۸۱ء کے رمضان شریف میں ایک گوشہ دیوار پرآویزاں مدرسہ اسلامیہ سینپور کے نقشہ سحروافطار پرنظرپڑی ذیل میں جلی حروفوں سے ایک نوجوان کے ساتھ مہتمم کالقب دمک رہاتھا،علم ودانش اتر پردیس کا نرالا انداز،صفائی وسادگی لیکن انتہائی پرکشش ،یہ لقب علاقائی مدرسہ کے منتظم کے ساتھ پہلی مرتبہ ملاخطہ کرنے کا اتفاق ہواتھا اسلئے قلب ودماغ پر گہرااثر ڈالا اور جدید درخشاں ستارے کے چمکنے سے امیدوں کے چراغ جلنے لگے ،خصوصاً ایسے عالم میں جبکہ اکثر مدارس مالی بحران سے عاجز آکرایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے وابستہ ہوچکے ہیں اور جومیدان میں ہیں وہ بھی چراغ سحری ہورہے ہیں کہ نہ جانے کس وقت دم توڑدے اور گل ہوجائے ،حالات کے شدید برف وباراں موج وطوفان ،زلزلے اورحادثے کے سامنے ایک نیا سال جوان مقابلے کے لئے مسکراتے ہوئے کھڑا ہے جو پہلے مولانا ادریس اوراب مہتمم صاحب کے معزز نام سے پکارے جاتے ہیں۔

میانہ قد،سروبدن ،سانولا رنگ ،کتابی چہرہ ،متبسم وفراخ آنکھیں ،صلحا کے لباس زیب تن کئے ہوئے جن سے نفاست وصفائی عیاں،کم گولیکن پرمغز،آپکی ولادت ۱۹۶۰ء میں قصبہ کیواں میں ہوئی آپ مدرسہ اسلامیہ سینپور ہی کے ساختہ وپرداختہ ہیں ،سندفراغت مدرسہ مظاہرالعلوم سے حاصل کی،علم کی وسعت ،مطالعہ کی ہمہ گیری ،اخلاق کی عطر بیزی اورانتظام کی پرکاری کے اعتبار سے جدید فارغین کی صف میں انگشتری میں نگینے کی طرح معلوم ہوتے ہیں بلکہ بہت سے قدماء کے لئے بھی مشعل راہ ہیں۔

کچھ سالوں تک مدرسہ احسن العلوم جڑودہ۔یو۔پی میں خدمت انجام دیتے رہے، پھرواقعہ پیش یہ آیا کہ

مدرسہ اسلامیہ سینپور کوایک خود آ گاہ وخدا آ گاہ مرد کامل کی سخت ضرورت تھی ،وہ دس سال سے اسکی تتبع وتلاش میں لگے ہوئے تھےلیکن لوئی ایسا جو ہرشب تاب نہیں مل رہا تھا جو مدرسے کی مالی استحکام اور تعلیمی نظام میں نئی روح پھونکےاوراسکوزندہ جاوید بنادے،آخراپنی ہی آغوش کے ایک ہونہار پرنظرانتخاب پڑی،حضرت مولانااس ناہمواروناموافق حالات میں بھی اسکے لئے آمادہ ہوگئے اورزمام کاراپنے ہاتھ میں لیا،اسکے بعد سے مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کررہاہےاوراس قلیل مدت میں جلالین شریف تک تعلیم کاانتظام ہوچکاہے اتنے ناسازگارحالات میں ترقی ہونامولانا کی کرامت سے کم نہیں ہے ۔ایسامحسوس ہوتاہے فکرمدرسہ آپکے رگ وپے میں پیوست ہوچکاہے ،مدرسہ آپ کا سوناجاگنااوراوڑھنا بچھونا بناہواہے،جب سوچتے ہیں اسی کے سلسلے میں سوچتے ہیں،اسی کاثمرہ ہے کہ قلیل مدت میں دوسرے مدارس سے نمایاں فائق ہوچکاہے۔

ایک مرتبہ مولانا کے سامنے معاشی قلت کا تذکرہ کیاتوبڑےاعتماد کےساتھ فرمانے لگے کہ الحمدللہ میری سب ضرورتیں پوری ہوجاتی ہیں ، مجھےکوئی گلہ نہیں ہے،اس گرانی میں ڈھائی سوروپۓ کی مختصرسی رقم پر یہ صبروتحمل ،تقوی وتوکل کم ازکم میرے لئے توباعث رشک ہے ،یہ انکاکوئی تصنع نہیں بلکہ دل کی آوازتھی ،انکے مرشدحضرت مفتی مظفرحسین صاحب ناظم مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپورکی تربیت کادلفریب عکس ہے جوانکی ہراداسے نمایاں ہوتاہے،انکاایمان ہے کہ سب کچھ کھوکربھی خدمت دین کی متاع بے بہارہاتھ آتاہےتو بھی یہ سودا ارزاں ہے ؎

اے دل تمام نفع ہےسودائے عشق میں

اک جاں کازیاں ہےسوایسازیاں نہیں

خداکرے کہ یہ ثمرنورس اسی آب وتاب کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں رہے اورقوم کانقیب وپاسباں بنارہے ع این دعاازمن وازجملہ جہاں آمین باد

۲۵۔استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا منیرالدین صاحب ساموقطعہ مدظلہ العالی

ولادت ۱۵دسمبر ۱۹۶۷ء......فاضل دیوبندء

کون نہیں جانتا کہ دارالعلوم دیوبند برصغیر کا سب سے بڑااور عظیم الشان دینی درسگاہ ہے،اسکے فارغین دوسری درسگاہوں کے فارغین پرفوقیت کے حامل ہیں اور یہاں کی مدرسی تو مہارت علم کی سند ہے۔

حضرت مولانا منیرالدین صاحب اس ہماپروازی میں سرخیل علاقہ ہیں ،انہوں نے غالبا۱۹۸۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث میں دوم نمبر سے کامیابی حاصل کی اوراپنے فضل وکمال کی بناء پردوسال تک اس مادرعلمی میں معاون مدرس کے مقام پرفائز رہے،علاقائی علماء میں اب تک یہ برتری کسی اورکوحاصل نہیں ہے۔

۱۹۸۹ء میں دارالعلوم تاراپور گجرات میں بخاری شریف پڑھانے کے لئے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اورایک سال تک بڑی دیدہ وری کے ساتھ درس بخاری شریف دیتے رہے،صرف بائیس سال کی عمرمیں یہ عہدہ علیا قابل رشک ہے، پھرکسی وجہ سے وہ دارالعلوم حیدرآباد منتقل ہوگئے وہاں اس وقت استاذحدیث ہیں۔

علاقے میں تصنیفی ذوق کے میدان میں افسردگی تھی مولانا نے اردواورعربی میں گراں قدرتصنیفی شاہکارفراہم کیا،اردومیں ’’اسلامی زندگی‘‘اورادب عربی میں ’’تاریخ الادب العربی‘‘ آپکی تصانیف ہیں جوابھی تک زیورطبع سے آراستہ نہ ہوسکیں ہیں،اسکےعلاوہ آپ ایضاح البخاری شرح بخاری شریف کی ترتیب وتزمین میں حضرت مولاناریاست علی صاحب استاذدارالعلوم دیوبند کے شریک کارہیں

۔آپکی تصانیف کے کچھ شہپارے راقم کے سامنے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپکی انشاء پردازی اورادب شناسی کا ذوق بہت بلند ہےاوراردو،عربی دونوں میں آپکو یکساں قدرت حاصل ہے۔
آپ کہنہ مشق حافظ قرآن بھی ہیں، پڑھنے میں بڑی روانی اور چاشنی ہوتی ہے،اسمیں تجوید کی آمیزش سے حسن صوت دوبالا ہوجاتی ہے۔

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہےحریف اسکا

۲۶۔استاذ ندوۃ العلماء

حضرت مولانا قرآن احمد صاحب کیتھامدظلہ العالی

ولادت ۱۹۶۵ءتقریبا......فاضل ندوۃ العلماء۱۹۸۵ء

۱۹۸۴ء کی بات کہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں پڑھنے والے علاقائی طلبہ سے مولانا قرآن احمد صاحب کی ادب نوازی اورانکے قلم کی سحرطرازی کے متعلق مسرت انگیز قصے سنا کرتا تھا،انکے ہم جماعت طلبہ بتلاتے کہ وہ اپنی جماعت میں سب سے اعلی نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے ہیں اورطلبہ واساتذہ میں ہردلعزیز ہیں۔

کئی مرتبہ ندوۃ العلماء کا پندرہ روزہ عربی اخبارالرائد کے صفحات پرآپکے مقالے سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ،آپکے قلم کی روانی ونکتہ رسی آپکی ذہانت وصلاحیت کی شفارش پیش کرتی اورہرمضمون آپسے قربت ومحبت میں اضافہ کرتا چلاجاتا تھا۔

آپ اس وقت ندوۃ العلماء ہی میں استاذعربی ہیں اورمتوسطات تک کی کتابیں آپکے زیردرس ہیں آپکی شگفتہ بیانی اوروسعت مطالعہ کی بناپرآپ طلبہ میں مقبول ہیں اورارکان مدرسہ کی نگاہ میں قابل قدراستاذ سمجھے جاتے ہیں۔ندوۃ جیسے بلندپایہ ادارہ میں استاذی اوراس نوعمری میں ان درجات تک رسائی اھل علاقہ کے لئے پیغام سروش اورتحفۂ بے بہاہے۔

حضرت مولانامنیرالدین ساموقطعہ معاون مدرس دارالعلوم دیوبند جناب انجینئر اخترحسین صاحب چیلہا استاذمسلم یونیورسٹی علی گڈھ،جناب انجینیئر ایوب صاحب چیلہا استاذانجینئر کالج مسلم یونورسٹی علی گڈھ ،اورمولانا قرآن احمد کیتھیا استاذعربی ندوۃ العلماء نے ان تینوں عظیم الشان اداروں میں

عہدہ تدریس کو زینت بخش کر اھل علاقہ کو سر بلند کیا اور فخر سے انکی گردنیں اونچی کر دی، آج اہل علاقہ آپکو نگاہ رشک سے دیکھتے ہیں۔

مقام ہمسفروں سے ہوا اس قدر آگے
کہ سمجھا منزل مقصود کارواں تجھکو

۲۷۔ شیخ الحدیث

حضرت مولانا شوکت علی صاحب بکھڑا مدظلہ العالی

ولادت ۱۶ جون ۱۹۶۷ء......فاضل دیوبند ۱۹۸۸ء

ناچیز کی کتاب ''تاریخ علاقہ'' تصحیح ہو کر سامنے آئی تو دیکھا کہ جگہ جگہ اسپر ایک گاضل نوجوان کے قلم سے پر مغز نوٹ لکھا ہوا ہے، اور وہ ہر مقام پر ایک مفید مشورے سے مجھے نواز رہے ہیں، تحقیق و تفتیش سے پتہ چلا کہ یہ ادب نواز نوجواں حضرت مولانا شوکت علی بکھڑا ہیں جو مہارت علم میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔

موصوف نے شہرہ آفاق ادارہ دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کی ہے ،اسکے بعد دوسال تک مدرسہ امدادالاسلام شہر میرٹھ میں ہدایہ آخرین ،سراجی اور سلم العلوم جیسی مغلق کتابوں کا درس دیا،اسکے بعد مدرسہ عبدالرب دہلی منتقل ہوگئے جہاں وہ ابھی ابوداؤد شریف ،مشکوٰۃ شریف اور بیضاوی شریف جیسی اہم کتابوں کا درس دے رہے ہیں،مولانا اخلاق کی عطر بیزی، درس کی پابندی اور علمی مہارت کی بنا پر طلبہ اور اساتذہ میں ہر دل عزیز ہیں۔

آپکی تقریری اور تحریری صلاحیت بھی قابل تعریف اور قابل داد ہے، آپنے فن تصوف میں فیض الصمد تصنیف کی ہے جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے، یہ کتاب ادبی ذوق کی غمازی کرتی ہے۔

آپ بلند پایہ مناظر بھی ہیں اور موقع بموقع مجلس مناظرہ میں شرکت فرمانے ہیں اور اپنی خداداد ذہانت سے مخالفین کو شکست پر مجبور کر دیتے ہیں۔

آپ نے حضرت مفتی مرمود حسن صاحب گنگوہی مفتی اعظم ہند سے فتویٰ نویسی کی بھی اجازت لی ہے اور راہ سلوک میں انہیں سے بیعت وارادت رکھتے ہیں، آپ کو اس راہ میں بھی اچھا ذوق ہے۔

۲۸۔استاذ حدیث حضرت مولانا مبارک صاحب نیمواں مدظلہ العالی

ولادت ۱۹۶۰ء......فاضل دیوبند ۱۹۸۲ء

علاقے میں صبر واستقامت کے کوہ گراں کا نظارہ کرنا ہوتو حضرت مولانا مبارک علی نیمواں کی زندگی پر عقابی نگاہ ڈالیں ،مولانا نے ابتدائی عربی سے لیکر مشکوٰۃ شریف تک مدرسہ قاسم العلوم قصبہ نوح میوات میں تعلیم حاصل کی ،فراغت کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور فراغت کے بعد پھر ایک فرماں بردار اور ہونہار فرزند کی طرح مادر علمی مدرسہ قاسم العلوم قصبہ نوح کے دامن سے وابستہ ہوگئے ،اوراسکی خدمت کرتے ہوئے آج دس سال گزر گئے ہیں کبھی زبان پر حرف شکایت نہیں آیا اور نہ ہی پائے استقامت میں لغزش ہوئی ،آپ آج تک اسی شجرہ طوبیٰ کی خدمت گزاری میں تن من دھن سے جٹے ہوئے ہیں۔

آپ اس وقت مادر علمی میں استاد حدیث ہیں اور نسائی شریف ،مشکوٰۃ شریف اور بیضاوی شریف جیسی اہم کتابوں کا درس دیتے ہیں ،لگن ومحنت ،صبر وتوکل اور علم وحکمت کے خزانے بے بہانے آپکو ایک مقبول عام استاذ بنادیا ہے ،آپ نوجوان فضلاء کی صف میں نمایاں کردار کے حامل ہیں بلکہ بہت سے قدماء کے لئے بھی صدر شک نگاہ ہیں۔

آپ سلوک وتصوف میں پیر طریقت حضرت مولانا نیاز احمد صاحب بانی مدرسہ ہذا ،وخلیفہ اجل حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت وارادت رکھتے ہیں اوراس راہ میں بھی بہتوں سے آگے ہیں۔

انگریزی تعلیم یافتہ اہل کمال

۲۹۔خادم ملت جناب ماسٹر انور علی صاحب کھورؒ

ولادت ۱۹۰۳ء......وفات ۱۴ ااکتوبر ۱۹۸۹ء......میٹرک پاس

میں جب ماسٹر صاحب کی نورانی صورت کو دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا ہے، آپکے اندر محبوبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، شرافت خاندانی پیشانی سے جھلکتی بلکہ ابلتی نظر آتی تھی، جذبہ خدمت کا نور انکی ہر ادا سے اور ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا۔۱۹۷۶ء میں وہ عمر کے اس مرحلے میں تھے کہ گوشۂ عافیت سے ہمکنار ہو جائے، لیکن اس وقت بھی لاٹھی کے سہارے عیدگاہ فیض اللہ انجنا کے لئے مچلتے پھرتے تھے، جو حضرات سالوں ٹال مٹول کرتے رہتے تھے ناامیدی کے باوجود آپ انکے در کا بار بار چکر لگاتے رہتے تھے، ایک مرتبہ کچھ ایسے ہی خوش نصیب کے یہاں سے وصولی کے لئے میری انکے ساتھ رفاقت ہوگئی، ہماری معیت میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب انجنا امام عیدگاہ ، جناب مکھیا الفت حسین صاحب کسمہارا اور جناب شرافت حسین شاحب کسمہارا تھے، ہم لوگ کئی ایسے شحیح القلب کے دروازے پر پہنچے جنھوں نے ان مخلص اور پیرانہ سال بزرگوں کو رودرروگالیاں دی ہم جیسے بےتحمل وجذباتیوں کا دل تو ابلنے لگا لیکن ماسٹر انور صاحب کی چوڑی پیشانی پر بل تک نہیں آیا، انکے رخساروں پر ابھی بھی تبسم کھیل رہا تھا، مجھے خیال ہوا کہ شاید راستے میں ماسٹر صاحب اس کڑوی ضیافت پر کچھ تبصرہ فرمائینگے، لیکن انہوں نے اس طرح پی لیا کہ ڈکار تک نہیں لیا، صرف اتنا فرمایا کہ ''ثمیر الدین

دنیامیں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں ،ہمیں تو صبر ہی سے کام لینا چاہئے'' اور میں انکی اس نصیحت سے مجحوب سا ہوگیا ،اس وقت اسکی شان اس شعر کے حسب حال تھی ؎

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز

یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ ہمیشہ ایسے طعنوں کے لئے سینہ پر رہتے ہیں ،انکی جانبازی وجانفروشی ہی کا ثمرہ تھا کہ عید گاہ انجنا صدیوں سے ویران پڑی تھی ،غیر مسلم کے مقدمے کے باعث احاطہ بندی کی آرزو منقطع ہوگئی تھی لیکن انکی نظامت میں صرف تین دنوں میں پورے احاطے کی تعمیر ہوئی اور دوسری عید سے پہلے اسکے مناروں پر بلال عید چمکنے لگا ،ہم رفقاء کو اتنی مسرت ہوئی کہ بھری عید گاہ میں ماسٹر صاحب کی مدح میں قصائد پڑھے گئے اور ماسٹر صاحب کی گل پوشی کی گئی ،آپکے انہماک کا عالم یہ تھا کہ آپکے اکلتے صاحبزادے کا اکسیڈنٹ میں ہاتھ ٹوٹ گیا پھر بھی آپ تعمیر میں اس طرح غرق رہے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

پرسا ہائی اسکول کی تعمیر وترقی میں جن نفوس قدسیہ کا خون جگر شامل ہے ان میں سے ایک وقیع شخصیت ماسٹر انور صاحب کی ہے ،یہ پرسا مڈل اسکول کے ماسٹر تھے تعلیم میں پوری تندہی کا ثبوت دیتے اور ساتھ ہی حسبتہ للہ ہائی اسلول کے آمد وخرچ کا پورا حساب درج کرتے اور محفوظ رکھتے ،صبح وشام کا جزیاتی حساب رکھنا پھر اس میں صحت وصفائی کا التزام بڑی دلسوزی اور لگن کا کام ہے لیکن ماسٹر صاحب بڑی دریادلی سے مفت کرتے رہتے تھے ۔جناب مجیب الحق صاحب کی اس درخشاں حدمت کی بڑی دریادلی سے شکریہ اکا کیا ہے اور خاص طور پر اسکا ذکر چھیڑا ہے ،حساب کی صفائی اور عوام کے سامنے اسکی پیشگی آپکی فطری عادت تھی جو ہزار نفلی عبادتوں سے وزنی اور قیمتی ہے ،اس وقت بھی عید گاہ کا پورا آمد وخرچ ہر عید کے موقع پر از خود فراخ دلی سے پیش فرماتے اور لوگوں

کو مطمئن کر دیتے تھے۔

مدرسہ اسلامیہ کھورد کے قیام اور اسکے عروج میں آپ دامے، درمے، قدمے سخنے شریک وسہیم رہے ہیں ،اس مدرسے میں قرآن پاک کی تلاوت اور حدیث وفقہ کے اسباق میں آپکا ضرور حصۂ اجر ہوگا اور رب شکور کی بے پایاں رحمتیں آپکو بے حساب نعمتوں سے نوازے گی۔

آپ نے زندگی میں اتنے روشن خدمات انجام دی کہ تاریخ کے زریں صفحات پر آپ ایک جانباز مجاہد اور سینہ سپر مصلح کے نام سے یاد کئے جائینگے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی

۳۰۔ جناب ماسٹر بیچو صاحب بسوارہ، رحمتہ اللہ علیہ

ولادت ۱۹۱۰ء......وفات ۱۹۶۵ء......میٹرک پاس

موصوف ۱۹۱۰ء کے اردگرد میں دنیائے رنگ و بو سے روشناس ہوئے، ابتدائی تعلیم مہگاواں اسکول میں پائی اور میٹرک تک کامیاب ہوسکے، تعلیم کی کمیابی کی وجہ سے اس زمانے میں یہ عہدہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، فراغت کے بعد آپنے پرساماڈل اسکول میں مدرسی اختیار کی اور آخیر عمر تک اسی سے وابستہ رہے، تعلیم وتربیت کے علاوہ پرساہائی اسکول کی تعمیر میں آپکی جانی و مالی قربانی کی فہرست بہت طویل ہے۔ آپ شب وروز، صبح وشام تعمیری کاموں میں جٹے رہتے، اینٹ اٹھانے کی ضرورت پڑتی توخود اٹھانے لگتے، طلبہ یہ منظر دیکھ کر چیونٹی کی طرح اسکو اٹھانے میں لگ جاتے اور آن کے آن میں اینٹوں کا انبار لگ جاتا، میرے والد محمد جمال الدین صاحب کی خدمات کا اعتراف بڑے بلنک پایہ الفاظ سے کیا ہے اور انکا شکریہ ادا کیا ہے۔

یہ دل سوزی وجہد پیہم کسی کرسی کی یافت تا طمع میں نہیں تھی بلکہ صرف رضائے الٰہی کی تمنا میں تھی، یہی وجہ ہے کہ انہون نے نہ کوئی عہدہ قبول فرمایا اور نہ کسی صلہ کو پسند کیا۔

آپکی فروتنی وانکساری، فراخ دلی وخندہ پیشانی تحمل وبرداشت اور محنت ولگن کی داستانیں خواص وعوام میں ضرب المثل ہیں، آپکے انتقال کے بعد اس بزم میں سناٹا چھا گیا اور یہ میکدہ برسوں کے لئے سنسان وویرانہ ہوگیا ؎

سونا پڑا ہے میکدہ خم وساغر اداس ہے
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

۱۳۱۔ جناب مکھیا عبدالکریم صاحب راہا، رحمتہ اللہ علیہ

ولادت ۱۹۲۵ء......وفات ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء......میٹرک پاس غالبًا

علاقے کی ہر تحریک میں اس سعید بخت کا تذکرہ اتنی کثرت سے آیا ہے کہ دل مسرت کی لہروں سے ابلنے لگا ہے، اعلی کمیٹی، پرسا ہائی اسکول، ملت کالج پرسا، دھپرا ہائی اسکول اور عیدگاہ بسنترائے کی تعمیر و ترقی میں انکا نام بار بار اور بڑی کثرت سے لیا گیا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا دل جذبۂ قومی سے لبریز اور ملت کی خدمت کے لئے گوش برآواز رہتا تھا اور ہر شاخ گل پر آپ خدمت قومی کے نغمہ سرا ہیں ۔

آپنے دھپرا ہائی اسکول کو قائم کیا اسکی ترقی اور بلندی کے لئے تن، من، دھن کی بازی لگائی اور تا حیات اسکے مسند سکریٹری پر جلوہ افروز رہے۔

آپ ایک زمانے سے راہا کا مکھیا منتخب ہوتے چلے آرہے تھے اور اس عہدے کے ساتھ رعایا کی خدمت بڑے اچھے انداز سے کی ہے،

۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء میں آپ کو فسادیوں نے شہید کر دیا تھا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

۳۲۔رہبر ملت حضرت ماسٹر مجیب الحق صاحب سیوانیؒ

ولادت دسمبر ۱۹۰۸......M.A.BED.

۱۹۵۲ء سے قبل حضرت مولانا شمس الدین صاحب کی مسلسل جدو جہد کی وجہ سے علاقے میں دینی بیداری آ گئی تھی،لیکن سائنس وٹکنالوجی اور علوم جدیدہ وعلوم عصریہ سے ابھی تک علاقہ نا آشنا تھا،پورے علاقے میں گنتی کے چند افراد بی،اے پاس تھے اور محدود چند شخصیتوں نے میٹرک پاس کیا تھا۔علاقے میں کہیں بھی ہائی اسکول نہیں تھا بلکہ مڈل تین ہی تھے،اسلئے دانشوران علاقہ کو جدید علم وفن کی ترقی کے لئے وسط علاقہ پرسا میں ہائی اسکول قائم کرنے کی فکر لاحق ہوئی۔لیکن اسکے لئے علاقہ میں کوئی بھی ایسا شہباز ماسٹر نہیں تھا،جو علم وفن کی مہارت کے ساتھ انتظامی صلاحیت اور صبر وتحمل کی زیور سے آراستہ ہو،مولانا لیاقت صاحب ڈیوکنڈا نے اسکے لئے بڑی تگ ودود کی اور کئی مہینوں کی کوششوں کے بعد اس جوہر شب تاب کو لیکر علاقہ پہنچے۔

انہوں نے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۸ء تک پرسا سائی اسکول میں بڑی کامیابی کے ساتھ ہیڈ ماسٹری کی اس وقت اسکول منظور کروایا،اقلیتی اسکول منظور نہیں ہوا تھا انہوں نے بڑی دانائی سے اقلیتی ہائی اسکول گورمنٹ سے منظور کروایا،اقلیتی اسکول منظور کروانا بہت اہم کام تھا جسکو ماسٹر صاحب نے انجام دیا۔اسکول کے لئے ۹/۱ ایکڑ زمین مہیا کی ،اسکے لئے ۳۰ کمروں پر مشتمل وسیع وعریض بلڈنگ تعمیر کروایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تعلیمی وتربیتی اعتبار سے اتنی ترقی دی کہ یہ ضلع اسکولوں سے آنکھ ملانے کے قابل ہو گیا۔

گورنمنٹ کے روپئے سے رینیا تالاب کھودوایا،ہنوارہ سے پرسا تک ہموار سے پرسا تک ہموار سڑک

بنوایااور پرسا کے قریب پل تعمیر کروایا تا کہ لوگوں کو آمدورفت میں سہولت ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ علم وہنر، تہذیب وتمدن، سائنس وٹکنالوجی سے دورافتادہ اس علاقے کے لئے ترقی وآراستگی اور خصوصی طور پر علوم جدیدہ اور تہذیب عصری سے مرصع ومزیا کرنے کا تاج اگر کسی شخصیت پر راست آتا ہے تو وہ صرف ماسٹر مجیب الحق صاحب دامت برکاتہم کی ذات گرامی ہے، پرساہائی اسکول میں ترقیاتی جتنے بھی پروگرام ہوئے ہیں اسمیں آپ ہی کا دماغ اور آپ ہی کا سوزوگداز کام کررہا تھا، آپ کی ذات میں بجلیوں کی بیتابی اور پارے کی سیمابی تھی جسکی بنا پر آپ خدمت قوم کے لئے مچلتے رہتے تھے۔

سولہ سال کی مسلسل محنتوں سے اسکول پورے آب وتاب کے ساتھ منزل کی طرف رواں تھااور اسکا ہرزاویہ پایہ تکمیل کو پہنچا ہوا تھا کہ ۱۹۶۸ء میں کچھ ہوس پرستوں نے اسمیں رخنہ اندازی شروع کی اور ماسٹر صاحب اور انکے رفقاء کو اپنے اپنے عہدوں سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کیااور آخر صدر وسکریٹری سے استعفاء لے کردم لیا، ماسٹر صاحب کو بھی مختلف انداز سے اسکول سے برخاست ہونے پر مجبور کیا، ماسٹر صاحب اپنے لگائے ہوئے گلشن کو چھوڑ نا نہیں چاہتے تھے وہ اس ادارے کے لئے عمر کا قیمتی وقت صرف کر چکے تھے اور اسکے تمام نوک پلک کو اپنے ہاتھوں سے سنوارا تھا لیکن مجبور ہو کر انہیں الوداع کہنا پڑا۔

ماسٹر صاحب چونکہ ہر اعتبار سے تراشیدہ ہیرا تھے اسلئے پرسا کو چھوڑتے ہی وہ بہار اسکول اکزامنیشن بورڈ میں سارٹی فیکٹ چیکر آفیسر منتخب ہو گئے گویا کہ انکو پرسا سے کہیں بلند وارفع عہدہ مل گیا اور ماسٹر سے آفیسر بن گئے۔

دوسال کے بعد ۱۹۷۴ء میں وہ انجمن مفیدالاسلام کلکتہ کے چیف اگزکٹو آفیسر کی جگہ پر مسند آرا ہوئے ،اس انجمن کے تحت کلکتہ میں ۵۲ اسکول چلتے تھے، آپ ان تمام اسکولوں کے نگران وسربراہ تھے، آپ ہی

کے اشارے پرانکے اساتذہ کی بحالی ہوتی اورآپ ہی کے مشورے سے انکا اخراج عمل میں آتا،آپ کے پاس انجمن کی طرف سے کاریں ہوتیں ، خدام ہوتے اور بڑی شان وشوکت سے آفیسری کرتے ،پرسا میں آپ صرف ہیڈ ماسٹر تھے یہاں پہنچ کرآپ ہیڈ آفیسر ہوگئے اور ترقی کی اوج کو چھولیا۔

۲۶ اگست ۱۹۹۰ کو ناچیز نے ماسٹر صاحب کے گھر موضع اوکھٹی ضلع سیوان میں ان سے ملاقات کی ، میں نے محسوس کیا کہ ماسٹر صاحب میں علم وفن اورنظم ونسق کی مہارت کے ساتھ ادبی ذوق بھی ہے ،وہ انگریزی ، ہندی اوراردو تینوں زبانوں کے یکساں رمز شناس وادب آموز ہیں ،انکا ہر فقرہ محاورات وادب سے لبریز ہوتا ہے، میں انکے گونا گوں فضائل وکمالات ،اخلاص وللّٰہیت سے اتنا متأثر ہوں کہ آج بھی دل چاہتا ہے کہ اس سرمایہ فخر ونازش اور رہبر ملت کوعلاقے میں لاکر بسالوں اورانکے خاکپا کوآنکھوں کا سرمہ بنالوں اوراس شعر کو گنگناتا رہوں ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کودامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

۳۳۔ولی کامل انجینئر محمد عرفان غنی صاحب ڈیو کنڈا ؒ،

ولادت ۱۹۳۹ء......EXECUTIVE ENGINEER

میں سبزہ آغاز ہی سے آپکی عطر بیز خصلتیں ،فنائیت وللہیت ،سادگی وخاکساری اورعلمی وعملی بلندی کی بازگشت سنتا رہتا تھا،لیکن دونوں ہی کی غربت ومسافرت کے باعث عرصہ تک شرف زیارت سے محروم رہا،مئی ۱۹۸۷ء میں راقم السطور سلطان گنج پٹنہ میں انکے دولتکدہ پر حاضر ہوا،انکی حکمرانی جسم پرنہیں قلب ودماغ پر ہے،وہ جس کوچے سے گزرتے ہیں مرتبہ شناس انکی عزت واحترام،وارفن کی وشیفتگی میں جھک جاتے ہیں۔

درازقد،گورابدن ،چوڑی پیشانی ،متناسب اعضاء ،آنکھوں سے شب بیداری اورفکروسوز کے آثارنمایاں،شیرہ چاول (ماڑ) میں کلف کردہ کھدر کا دراز کرتا جابجا پیوند لگاہوا، ٹخنے سے خاصا اونچا مغلئی پاجامہ،قرپرٹوپی اورشرعی ڈاڑھی ،مرشدوں کےلباس میں الکٹرک اگزکٹو انجینئر عرفان غنی ہیں ،آپ اپنے نام کے دونوں جزو کے اسم بامسمیٰ دریائے عرفان میں غوطہ زن اورخردہ گیروں اورانگشت نماؤں سے بے نیاز و مستغنی ہیں ،وہ روزمرہ اسی لباس میں فلک بوس چارمنزلہ آفس واقع ودھوت بھون پٹنہ میں خندہ پیشانی سے آتے جاتے تھے ،وہاں ہزاروں کارندے تھے لیکن بڑے چھوٹے آپکے نرالے پن اورتقوی وطہارت کی وجہ سے آپکو جانتے پہچانتے تھے ،آپ وہاں کے انگریزی ماحول سے متأثر لوگوں کے درمیان گل صحرا معلوم ہوتے تھے۔

آپ پوری بلڈنگ میں اس شعر کے حسب حال تھے ؎

من مثال گل صحرا ہستم

درمیان محفل تنہا ہستم

آپ اس وقت بہار کے دارالسلطنت پٹنہ میں اگزکٹو انجینیر تھے ،آپکی قربراہی میں کئی انجینیر اور سینکڑوں ملازم مشغول کار تھے اس عظیم عہدے پر صدر نشینی کے باوجود آپکی فروتنی وسادگی قابل دید تھی ،اتنا بڑا انجینیر پیوند لگا ہوا کپڑا پہن کر اتنے بڑے آفس میں روزانہ جائے یہ اس دور میں کرامت سے کم نہیں تھی ،آپ جس آفس میں جاتے ہیں آج بھی اسی کپڑے میں جاتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے ساتھ عشق ہی نہیں دیوانگی کی حد تک آپکو محبت ہے، ہمیشہ کا معمول ہے کہ صبح بہت پہلے آفس کے لئے روانہ ہوتے ہیں درمیان میں شہر میں آئی ہوئی جماعت کی خبر گیری اور خدمت کرتے ہوئے بروقت آفس پہنچتے ہیں اور واپسی پر جماعت کے ساتھ گشت اور بیان کرنے کے بعد گئے رات تک گھر واپس آتے ہیں ،بارش ہو کہ خشکی ،حرارت ہو کہ برودت کسی موسم میں اس معمول میں معمولی فرق نہیں آنا ہے وہ جماعت کی نسبت سے ۱۹۸۲ء میں انگلینڈ بھی تشریف لائے ہیں۔

آپ اپنی حلال تنخواہ سے بڑی رقم غرباء ومساکین پر صدقہ کرتے ہیں اور اسکی مدد کرنے میں سکون محسوس کرتے ہیں۔

لباس و پوشاک ،طعام وقیام میں کوئی تنوع نہیں برتتے ،بارہا میرے ساتھ صرف سادہ چاول اور اچار کے ساتھ کھانا تناول فرمایا جس سے محسوس ہوا کہ ہمیشہ آپکے یہاں اسی کا رواج ہے،مہمان کی موجودگی میں بھی یہ سادگی کم از کم میرے لئے قابل حیرت تھی۔

جب میں ڈیوکنڈا حاضر ہوا تھا تو موصوف کا غیر مسقّف مکان اور خستہ حال ویران دیواروں کا معائینہ کیا تھا،اثنائے گفتگو میں میں نے اشارہ کیا کہ اس وقت پیسوں کی فروانی ہے،آپ بھی عمر رفتہ ہو رہے ہیں تو اگر مکان پر چھت ڈلوا دیتے تو بچوں کے کام آجاتا،یہ سنتے ہی انجینیر صاحب کا رنگ بدل

گیا آواز میں گرفتگی آ گئی اور فرمانے لگے کہ میرے ذمے اہل وعیال کو دین سیکھانا ضروری ہے انکے لئے مکان بنوانا ضروری نہیں البتہ سکنی لازم ہے تو وہ کرایہ کے مکان میں بھی پورا ہو رہا ہے، موصوف کے اس کلام میں توکل ابراہیم علیہ السلام سا اعتماد اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ سا دنیا کی بے رغبتی جھلک رہی تھی مجھے اس وقت اپنی نااہلی سے دل پر چوٹ سی لگی اور دنیا پرستی کو یاد کر کے سر ندامت سے جھک گیا، انجینیر صاحب کے یہ ملفوظات قلب حزیں کی تسکنیں اور دنیا طلبی کے شدید حملوں کے وقت سکون وتقویت کا بڑا ذریعہ ہے۔

بہر تسکیں دل کو رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

آج رشوت کا بازار گرم ہے ،شریفانہ جیب تراشی کو حکمت عملی اور کسب حلال شمار کرنے لگے ہیں ، پرہیز کرنے والوں کو مختلف حربے سے مصائب کے دلدل میں پھانسا جاتا ہے ، ایسے اژدھوں کی جھرمٹ میں تریاقی کی نغمہ سرائی بلکہ اسکا نقیب و پاسباں بنکر سرگرم مبلغ اور متحمس داعی کا کردار ادا کرنا بلاشبہ دل گردے کی بات ہے جو توفیق ایزدی کے بغیر ناممکن ہے۔

نفلی روزے چاشت واشراق ، بکا وگرایہ زاری اور جود وسخا کا شیفتہ انسان کم ازکم میری آنکھوں نے کم دیکھا ہے ایسا لگتا ہے کہ

تیری آگ اس خاکداں سے نہیں

۳۴۔شہباز علاقہ جناب پروفیسر عبدالحفیظؒ صاحب بیلڈھیا

ولادت ۱۹۴۳ء

راقم سن شباب کو پہنچا تو علاقہ پروفیسر صاحب کی علمی ارتقاودینی حمیت کے ذکر سے گونج رہا تھا،وہ صاحب گنج میں مقیم تھے اسلئے شرف ملاقات سے محروم تھا لوگوں سے انکا رذکر اس طرح سنتا جیسے کوئی آدمی گزشتہ صدی کے بزرگوں کے متعلق سنتا ہے جو دنیا سے بڑے بڑے کارنامے انجام دیکر رخصت ہوگئے ،یاافق پر کوئی بڑادرخشاں ستارہ دور سے دیکھتا ہے مگروہ اسکو پانہیں سکتا لیکن وہ اسکو چمکتا ہوانظر آتا ہے،۱۹۸۴ء میں مسلم پرسنل لا بوڈ کی جانب سے ایک تقریب میں صاحب گنج کی حاضری ہوئی اور پروفیسر صاحب سے نیاز حاصل کیا تو واقعی میں خوشی سے جھوم اٹھا اور یہ شعر گنگنانے لگا:

كانت محادثةالركبان تخبرنا	عن جعفربن فلاح اطيب الخبر
حتى التقينافلاوالله ماسعمت	اذنى باحسن مماقدراى بصرى

ترجمہ: ہم آنے جانے والے قافلوں سے جعفر بن فلاح کے متعلق اچھی خبریں سنا کرتے تھے،جب ہماری ان سے ملاقات ہوئی تو ایسا محسوس ہوا کہ جو کچھ سنا تھا اس سے زیادہ پایا۔

سراپا وقار،میانہ قد چھریرا بدن ،کھلتا ہوا گورارنگ ،متبسم چہرہ،کم گولیکن حکمت سے پر،زبان میں چاشنی کلام میں محاورات وادب کی حلاوت پابند صوم وصلواۃ سیرت اسلاف کا حامل واسمین یہ ہیں رشک نگاہ پروفیسر عبدالحفیظ صاحب بیلڈھیا میں نے اس ملاقات میں تاریخ علاقہ کا مسودہ پیش کیا ،تھوڑی دیر بغور مطالعہ کے بعد فرمایا کہ اسمیں انشاء پردازی اور زبان وادب کی تشنگی ہے اسکی سطح بلند ہوتب ہی

قابل اشاعت ہو سکے گی۔ مجھ جیسے کم علم کے لئے تعمیل حکم کرنا جو ئے شیر لانے کے مترادف تھا جسکی بنا پر آج تک شرمسار ہوں۔

آپ ابتداء سے آج تک صاحب گنج کالج میں انگریزی ادب وزبان کے پروفیسر ہیں اتنے عظیم الشان کالج میں انگریزی کی استادی ہما شما کا کام نہیں ہے یہ تو صاحب علم و ہنر ہی کا کام ہے وہاں کے ذہین طلبہ سے معلوم ہوا کہ آپ پورے کالج میں محترم و ہر دلعزیز استاذ ہیں۔آپکے درس کے لئے طلبہ گوش بر آواز رہتے ہیں۔

آپکو انگریزی اور اردو ادب میں یکساں ملکہ ومہارت ہے برجستہ بھی بولتے یا لکھتے ہیں تو علمی شہپارے اور ادبی گوہر پروتے چلے جاتے ہیں اسپر دینی صلابت اور سلوک کے نشے نے آپکو دوآتشہ بنادیا ہے جدید وقدیم مغربی ومشرقی علوم وتہذیب کے حسین امتزاج نے آپکی قدر و قیمت دوبالا کردی ہے۔

یوں کیئے کس نے بہم ساغر وسنداں دونوں

آپ اہل علاقہ کے لئے فخر ونازش ہیں وہ آپکو مغربی علوم میں امام ومقتداء تصور کرتے ہیں،آپ بھی اسکی ترقی واصلاح کے لئے صمیم قلب سے کوشاں رہتے ہیں لیکن وطن سے دوری صحت کی خرابی کی راہ میں سنگ راہ ہے پھر بھی ہم جیسے نوا اسموز وضرورتمندوں کی اصلاح وصلاح سے دریغ نہیں فرماتے ہیں۔

۳۵۔ جناب وزیر سعید صاحب لوچنیؒ

ولادت ۱۹۳۳ء غالبا

علاقائی ماحول میں جب کبھی وزیر صاحب بولتے ہیں تو صرف ایک ہی مرد میدان کا خاکہ ذہن میں آتا ہے اور وہ ہیں جناب وزیر سعید صاحب لوچنی کیونکہ ہمارے علاقے میں سیاست کے اس اوج فلک تک صرف ایک ہی شخصیت نے ابتک رسائی حاصل کی ہے۔ وہ جنتا پارٹی کیب جانب سے ۱۹۷۷ میں بہار اسمبلی کے ایم ایل اے۔ منتخب ہوئے اوراسی دوران ڈھائی سال تک منصب وزارۃ اوقاف بہار پر سایہ فگن رہے۔

اس دوروزارت میں انہوں نے بڑی دریا دلی سے مساجد ومقابر کی حفاظت کی اور بہار اسمبلی سے خطیر رقم مساجد ومقابر کو دلوایا علاقائی کئی قبرستانوں میں ہندو مسلم فسادات ہوئے اور معاملہ کورٹ میں گیا تو وزیر صاحب نے اسکی پیروی کی اور قبرستان کو مسلمانوں کے حوالہ کرنے میں قدمے سخنے امداد فرمائی۔

آپکا کاروان زندگی بہت سے نشیب وفراز اور زیروبم سے گذرا ہے اوراس راہ میں بہت سے تجربات سے ہمکنار ہوا ہے اس پورے سفر پر روشنی ڈالنے کے لئے آپ نے کتاب ''کاروان زندگی'' تصنیف کی ہے، جسمیں حقائق وواقعات اور تجربات زندگی کا خلاصہ پیش کیا ہے، ابھی تک علاقے میں دوچار ہی حضرات نے کتاب تصنیف کرنے کی ہمت کی ہے جن میں سے ایک آپ ہیں۔

آپ انتظام وسیاست کے ساتھ بہت دریادل بااخلاق اور معتمل مزاج واقع ہوئے ہیں اور خدمت قوم کا جزبہ رکھتے ہیں۔ آپ اس وقت ومکا میں مکان بنوائے ہیں اور وہیں رہتے ہیں۔

۳۶۔شاہین علاقہ پروفیسر اختر حسین صاحب چیلہا مدظلہ العالی

ولادت ۱۹۵۵ء M.A. P.H.D.

۱۹۸۷ء میں احقر تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی میں مقیم تھا کہ ایک سروقد نوجوان نے مجھے پرتپاک مصافحہ کیا۔جسم پر لمبی شیروانی ،رخساروں پر شرعی داڑھی اور سر پر ٹوپی وضع قطع سے محسوس ہوتا کہ یہ سدیافتہ مولانا یا کوئی دقاق عالم ہیں،کسی گوشے سے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ انگریزی تعلیم یافتہ انجینیر ہیں اثناء گفتگو میں انہوں نے کئی مرتبہ فرمایا کہ میں علی گڑھ سے فارغ شدہ الکٹرک انجینیر ہوں لیکن شکل وصورت لباس وپوشاک سے میرے کانوں کو یقین نہیں آتا کہ یہ وبستان انگلش کے پروردہ ہیں،تحقیق سے معلوم ہوا کہ جماعت تبلیغ سے کی صحبت نے انہیں صلحا کے لباس میں خود نیک بخت وصالح بنادیا ہے ،انہیں جماعت تبلیغ سے والہانہ محبت ہے اوراسکے لئے ہر قربانی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

علی گڈھ سے فراغت کے بعد آپ مادرعلمی ہی میں انجینیر نگ کے پروفیسر ہوگئے اورابھی تک اسی عہدے پر براجمان ہیں ،عالمی شہرت یافتہ یونیورسٹی سے فراغت ہی باعث فخر ہے پھراسمیں مدرسی کا تو کیا پوچھنا،آپ نے اس عظیم الشان ادارے میں مدرسی فرما کر علوم عصریہ کے میدان میں جھنڈا گاڑ دیا اہل علاقہ سے اپنی برتری تسلیم کروالی۔

عصری تعلیم میں بلندڈگریوں کے ساتھ دینی صلابت اورراہ سلوک کے نشے نے آپکو دوآتشہ بنادیا ہے ،جدیدوقدیم مغرب ومشرق کے حسین امتزاج نے آپکی قدروقیمت کودوبالا کردیا ہے ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جودونوں کوچوں سے آشنائی رکھتے ہوں۔

درکف جام شریعت درکف سندان عشق

ہرہوسناکے نداند جام وسندان بافتن

۳۷۔ جناب پرنسپل عرفان صاحب **چکنتھوؒ**

پیدائش ۱۹۴۰ء P.H.D

شہر سے دور دیہات جس میں تعلیم اور آلات تعلیم کا فقدان اساتذہ کی کمیابی ،وسائل آمدورفت ناپیدااور اسکے علاوہ پورے علاقے پرفقروفاقہ کی حکمرانی ایسے ہمت شکن وصبر آزما حالات میں ملت کالج پرسا کی بنیاد رکھنا اسکی عمارت تعمیر کروانا اور اسپر علم کا جھنڈا گاڑنا مردمیدان ہی کا کام ہے، پرنسپل عرفان صاحب کا نام تاریخ کے صفحات پر ایسے ہی خوش نصیبوں کی صفت میں لیا جائے گا جن پر ''جنگل میں منگل منانے'' کا محاورہ کلی طور پر صادق آتا ہے۔

آپ ابتداء سے ملت کالج پرسا کی روح رواں اور پرنسپل رہے ہیں، آپ ہی کے زورقلم سے کالج بی اے .A B تک منظور ہوااورنو کمروں پر مشتمل فلک بوس بلڈنگ تعمیر ہوئی ،آپکی جہاندیدگی اور جانفشانی سے یہ برادری ایک کالج سے شرفیاب ہوئی

۱۹۸۶ء میں کالج کے عملہ،انکے سرپرستوں اور علاقائی مسلمانوں کے درمیان یہ کشمکش شروع ہوئی کہ کالج کو گورنمنٹ کے یہاں سے اقلیتی منظور کروایا جائے یا ہندو مسلم دونوں کے لئے جنرل رکھا جائے ،اقلیتی منظور کروانے میں مسلمانوں کا فائدہ زیادہ تھا کہ کالج کا تمام نظم ونسق انکے ہاتھ میں ہوتا،جبکہ جنرل منظور ہونے میں کالج مکمل طور پر ہندو گورنمنٹ کے ہاتھ میں چلا جاتا البتہ عملہ کا مالی فائدہ زیادہ تھا اور انکے لئے سہولتیں زیادہ تھیں ۔اس کشمکش نے کئی سال تک طول پکڑااور معاملہ کورٹ تک پہنچ گیا اور آخر مسلمانوں کے خون سے تعمیر شدہ کالج انکے ہاتھوں سے نکل کر جنرل منظور ہوگیا۔

اقلیتی منظور کروانے میں پرنسپل صاحب کا کردار اور انکی جدوجہد بہت اہمیت کا حامل تھا لیکن انہوں نے

اس طرف کما حقہ توجہ نہیں دی، کاش کہ پرنسپل صاحب کالج کو اقلیتی منظور کروانے کے لئے ابتداء سے مخلصانہ جدو جہد کرتے اور جنرل منظور ہونے کی راہ میں کوہ گراں بنکر کھڑے ہو جاتے تو دنیا انکو مجاہد کے نام سے یاد کرتی، اہل علاقہ انکیا حسان سے گرانبار ہوتے ہم نیاز مند اشکبار ہونے کے بجائے عقیدت کے پھول چڑھاتے اور رب کریم کی میزان میں آپکی یہ قربانی ہزار ریاضتوں سے ثقیل و وزنی ہوتی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۳۸۔فخر ملت جناب ماسٹر محمد سلیمان صاحب رینگاؤں

ولادت دسمبر ۱۹۲۸ء B.A.Bed.ALIGAR

تپہ مندار کے عظیم خدمت گذاروں کی فہرست پر نظر ڈالتا ہوں تو اس صفت میں سب سے پہلا نام ماسٹر سلیمان صاحب کا نظر آتا ہے ۱۹۵۹ء سے ۱۹۸۶ء تک جتنے رفاہی کام علاقے میں ہوئے وہ سب ماسٹر صاحب کی سرپرستی میں ہوئے ہیں اور ہر ایک کام میں یہ مرد مجاہد صف اول میں رہے ہیں۔

آپ نے علی گڈھ سے بی،اے پاس کیا۔پھر مشن ہائی اسکول بھاگلپور میں معزز استاد رہے وہاں انکی بڑی پذیرائی تھی۔

۱۹۵۹ء میں تپہ مندار والوں کو عصری تعلیم کو فروغ دینے کی فکر دامن گیر ہوئی تو انہوں نے بشنپور میں آزاد ہائی اسکول تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا،اس عظیم کام کے لئے ماسٹر صاحب کو بھاگلپور سے ملازمت چھوڑ کر بشنپور لایا اور ہیڈ ماسٹر کی جگہ پر بحال کیا،آپ ۱۹۸۶ء میں اسی اسکول سے ریٹائر ہونے۔آپنے اپنی خداداد صلاحیت،طویل تجربات اور علم وآگہی کی روشنی میں اسکول کو چار چاند لگایا،انہوں نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اسکول کو اقلیتی منظور کروایا جو بڑی جانکاہی وجانفشانی کا کام تھا اسکول کے لئے چوکور اور دیدہ زیب بلڈنگ بنوایا اور ۹ بیگھہ زمین اسکے لئے مہیا کی،تعلیم وتربیت کی ایسی مثال قائم کی کہ اس علاقے میں کسی دوسرے اسکول میں نہیں ملتی تہذیب وتمدن کے ساتھ دینی شعائر کی پابندی کرواتے اوراسکی اشاعت کے لئے طلبہ کا ذہن تیار کرتے انگریزی تعلیم کے ساتھ دینی تربیت کی کوشش ماسٹر صاحب کی ناقابل فراموش خدامت ہے۔

پرسا ہائی اسکول اور ملت کالج کی مالی فراہمی والی جماعت میں بھی آپنے نمایاں حصہ لیا ہے،تپہ مندار کے

اکثر چندے آپکی معیت ورہبری میں ہوئے ہیں۔

آپکی افتادطبع خدمت قوم کے لئے بے چین وبیقرارواقع ہوئی ہے ،آپنے عقابی روح اورشاہین کا جگر پایاہے،آپ ذہانت وفطانت ، جرات وہمت ،دلآویزی ودلربائی کا جامع مرقع ہیں،جسکی مثالیں تپہ مندار میں ملنی مشکل ہیں۔

۳۹۔میرے کرم فرما جناب ماسٹر تمیز الدینؒ صاحب انجناؔ

ولادت ۱۹۲۱ء .B.A. Bed

ناچیز سن شعور کو پہنچا اور پڑھنے لکھنے کا کچھ سدھ بدھ ہوا تو میرے کرمفرما ماسٹر تمیز الدین صاحب ہمیشہ مجھے عیدگاہ فیض اللہ انجنا پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا کرتے تھے، چونکہ الاؤنسر وہی ہوتے تھے اسلئے میری طبیعت نہیں بھی چاہتی تب بھی وہ نام پکار کر اصرار کرتے، بعد میں یہ اصرار اتنا بڑھا کہ استاذ محترم قاری سلامت اللہ صاحب نیانگری امام عیدگاہ فیض اللہ کے وصال کے بعد مجھے باضابطہ عیدگاہ کا امام منتخب کر لیا گیا اور اسمیں زیادہ اصرار ماسٹر تمیز الدین صاحب ہی کا تھا۔ وہ آج بھی مجھے ملتے ہیں تو شفقت ومحبت، یگانگت وہمدردی کا دریا بہانے لگتے ہیں اور بڑھاپے اور امراض کے تمام غموں کو بھول کر مچلنے لگتے ہیں، اسکے صلے میں کریم نکتہ نواز انکو اجر عظیم سے نوازے، آمین

بی، اے پاس کرنے کے بعد وہ ۱۹۴۶ء میں پرسا مڈل اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہوئے وہاں رہکر ۱۹۶۲ء تک پرسا ہائی اسکول کے تمام ترقیاتی پروگرام میں زبردست حصہ لیتے رہے بلکہ ہیڈ ماسٹر کی غیبوبت میں موصوف ہی آفس کا کام انجام دیتے۔

۱۹۶۲ء سے ہائی اسکول پرسا میں باضابطہ استاذ مقرر ہوئے اور ماسٹر مجیب الحق سیوانی صاحب کے استعفاء کے بعد ۱۹۷۰ء سے کچھ وقفے کے ساتھ ۱۹۸۰ء تک ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر رہے، تعلیمی ہو یا تہذیبی، تعمیری ہو یا مالی فراہمی ماسٹر مجیب الحق کے زمانے میں آپ ان تمام پروگراموں کو بروئے کار لانے برابر کے شریک رہے ہیں بلکہ عملہ کو آپکے جوش وخروش سے کام کرنے میں بڑی مدد ملی ہے ۔۱۹۸۰ء میں آپ اسی اسکول سے ریٹائر ہوئے۔

ملت کالج پرسا کی تحریک کے وقت تو آپکے عزم وارادے میں آبشار کا شوراور دریا کی سی روانی بلکہ طغیانی تھی ،آپ خوداہل شوریٰ کومدعوکرتے انکے اتقبال کے لئے تمام انتظار کرتے اورکالج کے نقشے اورخاکے کوتیارکرکے ان حضرات کے سامنے پیش کرتے ،کالج میں کس طرح باغ وبہار آئے گا،اسکے تخمینی اخراجات کیاہونگے یہ سب خدوخال آپ ہی کاتراشیدہ ہے مالی فراہمی کے سلسلے میں ہرگاؤں کے لئے جووفد کی تشکیل ہوئی آپ اسمیں بھی کلیدی کردار کے حامل رہے ہیں بلکہ بڑھ چڑھ کرحصہ لیاہے،آپ کی رائے کا بہت وزن تھااور جگہ آپکاپلہ بھاری رہاہے۔

۴۰۔علاقے میں جانبازوں کی جماعت

علاقے کو چار چاند لگانے کے لئے اور ہر قسم کی رفاہی کام کرنے کے لئے ۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۶ء تک میں جفاکشوں وجانبازوں کی ایک بڑی جماعت ابھر کر سامنے آئی جو علاقے کا خلاصہ اور شیرہ گل تھی جسکی مختصر فہرست یہ ہے۔

(۱)۔سید مولانا قطب الدین صاحب لکھنوی

(۲)۔حضرت مولانا کوثر علی صاحب گورگانواں

(۳)۔جناب مولوی لیاقت حسین صاحب ڈیوکنڈا

(۴)۔جناب ماسٹر انور علی کھورد

(۵)۔جناب چپو صاحب بسوارہ

(۶)۔جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب شری چک

(۷)۔جناب مولانا امید علی صاحب نیمواں

(۸)۔جناب مولانا عبدالمجید صاحب گورگاواں

(۹)۔جناب مولوی محبوب علی صاحب بکرام پور

(۱۰)۔جناب وکیل تمیز الدین صاحب مہیش پور

(۱۱)۔جناب مولانا انور علی صاحب نیمواں

(۱۲)۔ماسٹر تمیز الدین صاحب انجنا

(۱۳)۔جناب اشرف علی صاحب روپنی

(۱۴)۔جناب بودھو منڈل صاحب بگھاکول

(۱۵)۔ جناب حاجی سراج الدین صاحب مہیش پور

(۱۶)۔ جناب حلال الدین صاحب ڈوئی

(۱۷)۔ جناب مکھیا نصیرالدین صاحب پلوا

(۱۸)۔ جناب مکھیا امیر حسین صاحب کیتھیا

(۱۹)۔ جناب مکھیا الفت حسین صاحب کسمہرا

(۲۰)۔ جناب مکھیا عبدالکریم صاحب رایا

(۲۱)۔ جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب پچوا قطعہ

(۲۲)۔ منیرالدین صاحب جگت پور

(۲۳)۔ جناب مکھیا احمد حسین صاحب بگھا کول

(۲۴)۔ جناب مکھیا عبدالرحمٰن صاحب ہنوارہ

(۲۵)۔ جناب سمنا قاضی صاحب نیانگر

(۲۶)۔ جناب حاجی عبداللطیف صاحب چکھنرہ

(۲۷)۔ جناب تاج علی صاحب مہیس پور

(۲۸)۔ جناب عبدالغفور صاحب نرائن پور

(۲۹)۔ جناب ڈاکٹر ممتاز صاحب شاہپور

(۳۰)۔ جناب مولوی شمس الحق صاحب لوچنی

(۳۱)۔ جناب قطب الدین صاحب ڈوئی

(۳۲)۔ جناب اشرف علی صاحب اعظم پور

(۳۳)۔ جناب ماسٹر سخاوت حسین صاحب بشنپور

(۳۴)۔ جناب فدن منڈل حب لکر مارا

(۳۵)۔ جناب عطابل منڈل صاحب پرسا

(۳۶)۔ جناب عباس صاحب رجون

(۳۷)۔ جناب مولوی جمال الدین صاحب پرسا

۳۸۔ جناب مکھیا امین صاحب برنیا

۳۹۔ جناب ماسٹر سلیمان صاحب رین گاؤں

۴۰۔ جناب ڈاکٹر نجم الدین صاحب گورگاواں

یہ پراثر و بارسوخ حضرات وفد کی شکل میں ہر گاؤں میں جا کر ڈیرہ ڈالتے اور حسن اسلوبی اور عجز و انکساری کے ساتھ ہائی اسکول پرسا کے لئے علاقائی مسلمانوں سے عطیات فراہم کرتے ، یہ حضرات اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے جب تک صاحب خانہ اپنی بساط کے مطابق رقم دینے کا وعدہ نہ کر لیتے ،اس طرح انہوں نے اسکول کی عظیم الشان عمارت کے لئے خطیر رقم جمع کر لی اور اسکول کی ساکھ کو مظبوط و مستحکم کر دی

انہیں رندان خوش انفاس نے ۱۹۶۷ء میں کالج پرسا کی تعمیر کے لئے بھی وفد کی تشکیل کی اور اسکی فلک بوس بلڈنگ تیار کر کے نقش دوام وشہرت لازوال حاصل کی۔

اسی جماعت نے مدرسہ شمسیہ گورگاواں کے لئے مالی فراہمی کی تھی اور اسکی دو بلڈنگ تیار کی تھی اور دامے درمے کوشش کر کے اسکو بام عروج تک پہنچایا تھا۔

یہ پاک طینت وسعید بخت صرف جماعت صرف پرسا ہائی اسکول پرسا کالج یا مدرسہ شمسیہ گورگاواں ہی کے لئے کمربستہ وفعال نہیں رہی بلکہ خانقاہ شمسیہ اعلی کمیٹی اردو ہائی اسکول بشن پور ، ہائی اسکول

سروتیا،اسکول دھوریا،ہائی اسکول لاڑن مسجد سنہولہ،مدرسہ اسلامیہ سینپور،مدرسہ اسلامیہ خردسانکھی عیدگاہ بستراۓ ،عیدگاہ فیض اللہ انجنا اور۶۳ مدرسے اور۱۷ اسکول کی دستگیری کے لئے ہمہ وقت ان حضرات کا دست و پا متحرک نظرآتا ہے ۔ ان لوگوں کی جدوجہد بذل وعطاء سوز دروں اور گرمی نفس ہرتحریک میں نمایاں نظرآتی ہے، اس گروہ کے سینے میں ایسا مچلتا ہوا دل رکھ دیا گیا تھا کہ کسی تحریک کوابھرتے دیکھ کر یہ اس سے دامن کشی نہیں کرسکتے تھے بلکہ پروانہ وار اپنی ذات کو پیش کرتے اور دوسروں سے ہرکام میں سبقت لے جاتے ۔

کلیوں پہ شبنم فضا میں جگنو فلک پہ خورشید و ماہ وانجم
کہاں نہیں ہیں ہمارے آنسو کسی کا دامن بچا نہیں ہے

ان حضرات میں سے ہر ایک کی زندگی قوم وملت کے لئے مشعل راہ ہے اسلئے ان میں سے ہر ایک پر تفصیلی مضامین لکھنے کی ضرورت ہے،اسی طرح نئ نسل کے علماومشائخ ، دانشوواہل سیاست کی ایک لمبی قطار ہے،جس نے اپنے فضل وکمال کا لوہا بیرون علاقہ میں بھی منوالیا ہے اسلئے انکی زندگیوں پر بھی تفصیلی روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے،لیکن کیا کروں کہ مجھ غریب الوطن مسافر کے پاس اس منزل تک پہنچنے کے لئے زادراہ نہیں ہے اسلئے ابھی اس رسالے ہی پر قناعت کرر ہاہوں ۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین
ثمیرالدین قاسمی مانچیسٹر ،انگلینڈ
۱۷ نومبر۱۹۹۳ء

تمت

مؤلف کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi

70 Stamford Street , Old trafford

Manchester,England -M16 9LL

E samiruddinqasmi@gmail.com

M (00 44) 07459131157

website samiruddinbooks.co.uk